(آتشکدہ)

فلمی تتلیاں

(مرتبہ)

بجلی جامپوری

(ناشر)

راج پبلشنگ ہاؤس حیدرآباد دکن

سول ایجنٹ

وینایک سپلائی کمپنی

پوسٹ بکس ۳۶ سکندرآباد (دکن)

اشاعت اول — ساڑھے پانچ ہزار

۳۰ مارچ سنہ ۱۹۴۵ء

قیمت مجلد — تین روپیہ (ے) سکلدار

باہتمام
عروج لکوتڈروی ناظم راج پبلشنگ ہاؤس

مطبوعہ مطبع مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد

ہندوستان کی اُس حسین فلمی تتلی کے نام
جو آئندہ ہندوستانی تمثیل نگاری کے
درخشاں خوابوں کی صحیح تعبیر ہوگی۔

!

فہرست

تصحیح کتاب ہذا کے صفحہ ۱۰۴ پر مس نرگس کی
تاریخ پیدائش ۲۹ جون ۱۹۱۹ء
نوٹ فرمائیں

ابتدائیہ

پردۂ سیمیں کا حسن دنور، چاند کی طرح چمکتے ہوئے اور سورج کے مانند دمکتے ہوئے چہروں کا مرہون ہے۔ یہ وہ چہرے ہیں جنہیں بچہ بچہ جانتا اور پہچانتا ہے خواہ آپ نے اپنی آنکھوں سے ان رنگین شخصیتوں کو نہ دیکھا ہو لیکن آپ ان سے اسی طرح مانوس ہوں گے جیسے اپنی محبوب ہستیوں کی شکل صورت سے۔ اسی کا نام حسن کی عالمگیری ہے۔

حسین چیز ہی مسرت کا سرچشمہ ہے۔ یہ چہرے بعض وقت بہت ہی حسین معلوم ہوتے ہیں اور ان میں سے چند تو خاص طور پر بہت ہی زیادہ متاثر کرتے ہیں! آپ کو وہ سب چہرے ان کی ادائیں خدوخال اور حالات اس کتاب میں اکٹھا ملیں گے۔

اس قدر آوارہ اور منتشر آزاد حسن کو یکجا کرنا ایک بڑا عظیم نمائش حسن کے مقابلہ کے منعقد کرنے سے کم نہیں۔ انشاء اللہ تصاویر سے زیادہ یہ قلمی نقوش آپ کو پسند آئیں گے۔ کتاب کتنی محنت سے مرتب کی گئی ہے اس کا اندازہ آپ کو کتاب پڑھنے کے بعد خود ہی ہو جائے گا۔

”مشک آنست کہ خود ببوید“

ہم۔ساؤنڈ۔ سرچ ۔اداکار۔پارس شمع بست قلندر۔فلمی پریاں نیز ان ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے انتہائی ممنون ہیں جن سے اس کتاب کی تدوین میں ہمیں مدد ملی ہے۔

تجلی جاپوری

دو لفظ

اس کتاب کی جلد سازی محبوبیہ کارخانہ جلد سازی میں ہوئی ہے جس کے لئے ہم کارخانہ کے شکر گزار ہیں۔

نئے چہرے

"آج کے نئے چہرے کل کے درخشندہ ستارے ہوں گے"

یہ واقعہ ہے کہ شائقین فلم پرانے چہروں سے اُکتا جاتے ہیں اور ہمیشہ نئے چہروں کے مشتاق رہتے ہیں۔ کوئی اداکارہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہو لیکن جب وہ مسلسل اور پے در پے کئی فلموں میں آئے تو اس کا چہرہ سینما بینوں کے لئے پرانا ہو جاتا ہے۔ عام طور پر فلم ساز اس نکتہ کو نہیں سمجھتے جب وہ کسی فلم میں ایک ہیروئن کو مقبول ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو اپنے ہر فلم کی کامیابی کے لئے اسی کو پیش کرنے کی کوشش کر کے خود ہی اپنی فلموں کا ناکام بنا لیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حسین ماہر فن' باکمال اداکارائیں کم ہیں اور ان کے نام کی شہرت ہی فلم کی کامیابی کی دلیل ہو سکتی ہے مگر جدت' قدرت' اور نزاکت فن کا تقاضہ ہے کہ نیا حسن' نیا کمال اور نیا روپ بھی ساتھ ہی ساتھ پیش کیا جائے۔ اگر ہیروئن کی حیثیت سے نہیں تو معاون نسوانی کردار کے روپ میں سہی

یورپ اور امریکہ والے اس نکتہ کو خوب سمجھ گئے ہیں چنانچہ وہ خاص طور پر نئے رنگ و روپ اور نئے شباب کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پیش کرتے ہیں

اوّل اوّل تو زائد (اکسٹرا) کردار کی حیثیت سے اور پھر ممتاز ممثلہ بنا کر
دراصل قدیم و جدید کا یہ میل اس قدر دلکش و دلاویز اور کامیاب ہوتا
ہے کہ سحر کا کام کرتا ہے۔ ہردلعزیزی و مقبولیت کا یہ نسخہ کبھی خطا نہیں
کرتا۔ اب ہمارے چند فلم ساز بھی اس راز سے واقف ہو گئے ہیں کہ نئے
چہروں کا پیش کرنا فلمی ارتقاء کے لئے بہت ضروری ہے چنانچہ مشہور و معروف
پروڈیوسر ڈائرکٹر مسٹر عبدالرشید کاردار نے حال ہی میں اعلان
کیا ہے کہ انہیں اپنی ذاتی فلم کمپنی کاردار پروڈکشن کے تاریخی شاہکار
"شاہ جہاں" میں ممتاز نسوانی کردار ادا کرنے کے لئے تین نئے چہروں کی
ضرورت ہے جن میں سے ہر ایک کو پچاس ہزار روپیہ معاوضہ دیا جائیگا
اس اعلان کی دوسری شرائط بھی بہت دلچسپ ہیں ملاحظہ فرمائیے:۔

(۱) تعلیم یافتہ اور اُردو سے واقف ہونا ضروری ہے۔

(۲) موسیقی سے اور گانے سے واقفیت بہتر ہو گی۔

اس اشتہار کے بعد کاردار پروڈکشن کے ارباب حل و عقد
آگرہ، دہلی، لکھنؤ، بنارس اور لاہور وغیرہ روانہ ہو رہے ہیں تاکہ انٹرویو
کے بعد انتخاب کریں۔

یہ ایک نفسیاتی نکتہ بھی ہے کہ نئے چہرہ میں صنفی کشش زیادہ ہوتی
ہے اور جذبات و تمثیل نگاری کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ نئے حسن و شباب کے
ساتھ ہی ساتھ نئی فن کاری اور ذہانت کو منظر عام پر لایا جائے اگر اس طرف
سے غفلت برتی گئی تو نتیجہ یہ ہو گا کہ پرجوش اور ترقی پسند ماڈرن سوسائٹی

گر کر بعض کلب ناچ گھر اور ریڈیو اسٹیشنوں کی زینت بن کر رہ جائینگے اور فلمی صنعت پہ ایک جمود چھایا رہے گا۔ اس بات کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ مقامی ڈراما کی اسٹیج پر چپک کر رہ جائیں اور سینمائی دنیا ان سے ناآشنا رہے

اس سلسلہ میں ہندوستان میں پیش قدمی نیو تھیٹرز ہی نے کی لیکن پہلے پہل اس قدر جھجکے کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے گا کہ یہ نئے چہرے پیش کرنیکی کوشش ہے "ڈاکٹر" میں بھارتی "کاشی ناتھ" میں "سندرا دیوی" اور اب تازہ ترین شاہکار "میری بہن" میں سہیگل کے ساتھ دو نئے چہرے اختر جہاں، سمترا۔ اختر جہاں نہایت ہی معصوم صورت، بھولی بھالی کم سن نوخیز، خوش رو اور خوش گلو ہے۔ مسکراہٹ پریوں کی سی اور آواز کوئل جیسی، ہیروئن یہی ہے اگرچہ یہ پہلی بار پردہ سیمیں پر آئی ہے لیکن بہت ہی خوب معلوم ہوتی ہے۔ جہاں کہیں بھی اس فلم کی نمائش ہوئی اختر جہاں کا کام بیحد پسند کیا گیا۔ سمترا بھی ایک نئی رنگین تتلی ہے سمترا خاموش شعریت آفریں حسن و شباب کا نمونہ۔ ایک شعلہ و برق ہے شاعر کا شیریں خواب جسے دیکھنے سے زیادہ سوچا اور سمجھا جاسکتا ہے۔ ان دونوں نے مل کر تصویر کو مے آتشہ بنا دیا ہے۔ اس مرکب میں آزاد صنفی کشش، ہیجان و حسن کاری کا وہ امتزاج ہے جس کی تازگی کو سٹینگ اور نقلی و مصنوعی بہروپ (میک اپ) کی ضرورت نہیں ہوتی اسی کا نام سادگی و پرکاری ہے۔ نئے چہرے نیو تھیٹرز کی روایات میں ہیں اور انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ سحر نگاری، حسن کاری اور اثر آفرینی کے لحاظ سے یہ کس قدر اہم اور ضروری ہیں

یہی فن کاری تنوع اور جودتِ طبع کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ایک زمانہ میں شانتا آرام نئی ہیروئن کے پیش کرنے کیلئے بہت مشہور تھا لیکن آج یہ مشہور فن کار اپنے ہمعصروں سے اس معاملہ میں بہت پیچھے نظر آتا ہے اس کے مقابلہ میں محبوب نے تقدیر میں نرگس کو پیش کر کے چمکا دیا۔ کاردار اپنے نئے فلم "بہار و گیت" میں ایک نیا کشمیری چہرہ دو تو پیش کر رہے ہیں ڈایرکٹر نجم الحسن نقوی نو بک چتر ایٹ کے نئے فلم "پینا" میں گیتا نظامی کو روشناس کرنیوالے ہیں گیتا نظامی، ممتاز شانتی کے عنفوان شباب کی ایک تصویر معلوم ہوتی ہے، بیحد جاذب نظر حسن و نسائیت کا کامل نمونہ جس کے حسن اور شباب میں ایک برقی، طلسمی اور سیمیابی اثر ہے۔ اس کا سحر بیک وقت قلب و نظر کو مسخر کر لیتا ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساحرہ پردۂ سیمیں کی عظیم ترین شخصیت ہے جو حسن کاری کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ اور اس کی فطرت کو بھی اداکاری و کردار نگاری سے خاص لگاؤ ہے۔

پنجاب و کشمیر کے حسن خیز خطہ سے کئی حسین تتلیاں فلمی دنیا میں داخل ہوئیں ممتاز شانتی، نور جہاں، منورما، راگنی، بے بی اختر وغیرہ سب پنجاب کی پیداوار ہیں لیکن پنجابی نگار خانوں نے بہت کم نئے چہرے پیش کئے ہیں۔ پنچولی آرٹ پکچرز نے رمولا اور شانتا آپٹے کو "خزانچی" اور "زمیندار" میں پیش کیا حالانکہ ان کے بجائے اگر وہ بالکل نئی شبیہہ پیش کرتے تو بہتر ہوتا۔ پنجاب حسن کی کان ہوتے ہوئے بھی بمبئی اور بنگال کو اپنے خوبصورت حسن پارے دیتا رہا جس طرح ہندوستان مغرب کو اپنی خام پیداوار دیتا ہے اور خود دیسی

صنعتی کارخانوں کی طرح ان سے محروم رہا۔ پھر بھی غنیمت ہے نگار پر دلکش کی نئی تصویر "بمبئی" میں ایک نہایت ہی حسین و رنگین چہرہ سلمی کا پیش کیا جا رہا ہے جسے دیکھکر چاندنی رات میں ہنستے ہوئے گلاب کا منظر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اس کی آنکھوں میں پریاں رقص کرتی اور ہونٹوں پر حسن مچلتا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے چہرہ کے خط و خال اور نقش و نگار ہیں مصور کے لئے ایک نادر و نایاب معیاری نمونہ موجود ہے۔

سلمیٰ مشرقی خوبصورتی و رعنائی کا وہ مکمل پیکر ہے جس پر فن اور فن کار دونوں ناز کر سکتے ہیں نسوانی حسن و شباب کا کامل نمونہ جسے مثالی کہا جا سکتا ہے۔ وہ بہ یک وقت ایک شعر ایک نغمہ ایک تصویر ایک رقص ایک سحر معلوم ہوتی ہے اس کے ملکوتی حسن میں معصومیت جھلکتی ہے بہرحال "سلمی" فلمی دنیا کی جدید ترین اور انتہائی "سنسنی خیز" دریافت ہے بمبئی ایک تجارتی اور بالکل کاروباری مقام ہے جہاں حسن و جنس کی کمی نہیں بلکہ وافر مقدار موجود ہے لیکن فلمی ستاروں کا یہ مرکز زیادہ ایکسٹرا لڑکیوں کا گھر ہے یہاں مشہور و معروف ہیروئنیں کو پچاس ہزار سے ایک لاکھ روپیہ ماہوار دئے جاتے ہیں اور غیر معروف لڑکیاں ایک روپیہ یومیہ پر کام کرتی ہیں بعض شوق اداکاری میں مفت بھی آجاتی ہیں اس کے باوجود بمبئی نئے خوبصورت چہرے پیش کرنے سے قاصر ہے حالانکہ یہاں ترقی پسند جنس لطیف کی کافی آبادی ہے۔ لیکن زیادہ تر اینگلو انڈین پارسی گجراتی مرہٹی اور دیسی عیسائی لڑکیاں ہیں جن کی صورت اچھی مگر اردو زبان

سے ناواقفیت انہیں نگار خانے کے ناقابل بنا دیتی ہے۔ ہر پھر کر باہر سے آنی ہوئی فلمی دنیا کی دیوانی لڑکیاں ہی قسمت لڑا سکتی ہیں چنانچہ نسیم جونیر اور خورشید جونیر بمبئی کی پیداوار نہ ہوتے ہوئے بھی بمبئی کے نگار خانوں کی دریافت ہیں وہ اس طرح کہ نسیم جونیر مشہور ممثلہ شمیم کی چھوٹی بہن ہے اور رجنیت نیسائی کی فلم "متوارہ" میں ایک فیشن زدہ دوشیزہ کے روپ میں نمودار ہوئی ہے نوجوان شوخ اور بانکی حسینہ نقرئی پردے کیلئے ہر لحاظ سے موزوں ہے بمبئی ٹاکیز کے فلم "جوار بھاٹا" میں مشہور رقاص ممتاز علی کے ساتھ ناچ کے سنگیت میں بھی پیش پیش ہے۔

چند ترقی پسند ڈائرکٹروں نے تماشائیوں کی پیروی کرتے ہوئے ایک نیا اقدام کیا ہے مسٹر کیدار شرما نے حال میں کملا چیٹرجی سے شادی کر کے اس خوبصورت ادکارہ کو ہیروئین کے مرکزی مقام کے لئے مخصوص کر لیا ہے کملا چیٹرجی واقعی جوانی اور بانکپن کا نہایت حسین پیکر ہے۔ تان سین میں شہزادی کا پارٹ انجام دے چکی ہے۔ اب رنجیت کے نئے فلم "کارواں" میں یہی ملکہ حسن بنکر آرہی ہے۔ اس کی اولین تصویر "چیلیہ" تھی جس میں اس نے بے بی کملا کے نام سے کملا کا کردار ادا کیا تھا۔

کملا چیٹرجی کی کمسن لیکن زیادہ شوخ بہن کا نام ہے۔ سلوچنا چیٹرجی جو "شہنشاہ بابر" میں خورشید کے ساتھ ایک ضمنی کردار ادا کرتی ہوئی اپنے حسن ادا اور نغموں کی بدولت تماشائیوں کے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔

بمبئی ٹاکیز کے "جوار بھاٹا" میں مردولا ایک اور سنجیدہ دلکش اور جاذب نظر

چہرہ ہے جیسے چودھویں کا چاند، اس کا شباب لیے پورے جوبن پر ہے اس مکمل سراپا کے ساتھ وہ زرنگار، پردہ کی نئی رنگین شخصیت نظر آتی ہے۔ آئیے یہی ہیروئین نئی ہے۔

ارہو را پریم ونکشن اپنی نئی تصویر "ستو ستا تا ہوں" میں مشہور ممثلہ وبمالا کے ساتھ دو نئے چہرے نمایاں کر کے پیش کر رہا ہے۔ نگین مالا متوسط القامت نوخیز تتلی، سراپا شعریت، مکمل شباب، خوبصورت چہرہ والی دوشیزہ ہے۔ ہیگنہ مالا قدیم ہندوستانی آریائی حسن کا ایک اتنا اچھا نمونہ ہے کہ اسکو اسکی داد نہیں دی جا سکتی۔ بڑی بڑی آنکھیں، پتلے پتلے ہونٹ، لمبی صراحی دار گردن، برقآسا مسکراہٹ، قیامت خیز رفتار، کسی مہارانی کا جاہ وجلال لئے ہوئے نمودار ہو رہی ہے۔ ہیگنہ مالا میں جمال سے زیادہ جلال پایا جاتا ہے۔ ہیگنہ مالا کو دیکھ کر قدیم ہندوستان کی نسوانی جلال اور پرشوکت راجکماریاں یاد آجاتی ہیں "ستو ستا تا ہوں میں" خاصی تمثیل نگاری کر رہی ہے۔

کرن

سورج کے نورانی کرنوں کی طرح منور فلمی ممثلہ کرن ۱۹۴۲ء میں پہلی مرتبہ کرتی پکچرس میں داخل ہوئی، پھر رمنک پروڈکشن میں کام کیا۔ دلہن، راحت اور بہت سی تصاویر میں سائڈ کردار کی حیثیت سے کافی کامیاب تمثیل نگاری پیش کر چکی ہے۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں راولپنڈی کے ایک مشہور گورمنٹ کنٹراکٹر کے ہاں پیدا ہوئی۔ یہ کسی صورت اپنا خاندانی نام ظاہر کرنا پسند نہیں کرتی فلمی دنیا میں کرن کے نام سے مشہور ہے، کتابی چہرہ، آم کی پھانکوں جیسے ہونٹ بڑی مسکراتی ہوئی آنکھیں، کشادہ پیشانی باریک ابرو، ڈھلے ہوئے جوبن، سڈول بازو گداز جسم لمبے لمبے بال۔ فلمی لائین میں آنے سے پہلے شادی شدہ تھی اور گھریلو زندگی بسر کرتی تھی۔ اب بھی اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے، سینما دیکھتے دیکھتے اداکاری کا شوق ہوا۔ اور بلا کسی دقت کے کرتی پکچرس میں آئی، رقص کی بڑی دلدادہ ہے، چنانچہ مشہور رقاص ماسٹر موہن شاہ سے رقص کے کمالات سیکھتی رہی، بہترین لباس پہننے کی شوقین ہے، اردو زبان اچھی طرح جانتی ہے ہمیں افسوس ہے کہ اس سے زیادہ تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

FILMI TITLIAN
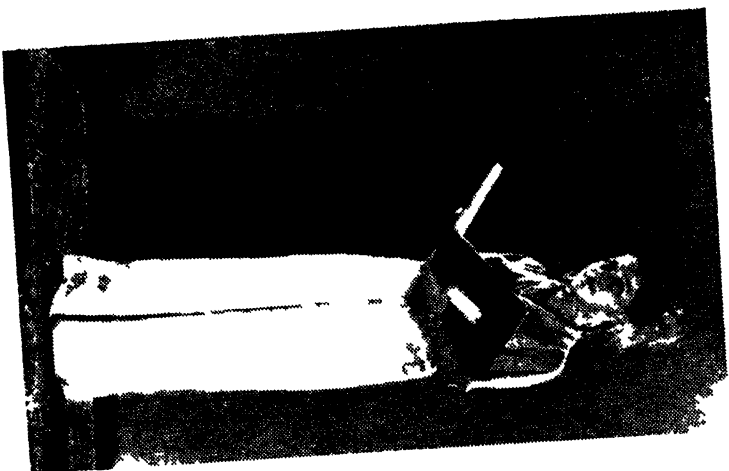
Miss Brijrani

Miss Ramola

Miss Pramiela

FILMI TITLIAN

Mehatab

Jaishree

Shobhana Samrath

مہتاب

مہتاب ! چندے آفتاب و چندے ماہتاب !! بیضوی چہرہ گوری گوری پیشانی لالہ گوں رخسار آنکھیں اس قدر خوبصورت اور خمار آلود گویا دو لبریز جام شراب چھلک رہے ہیں جو دیکھ لے وہی مخمور ہو جائے اس پر سیاہ زلفیں گویا ابر سر میخانہ ! ریلے کٹیلے اشارے میانہ قامت، نمونۂ قیامت، ہونٹوں پر ہر وقت مسکراہٹ آواز میں ترنم گویا ایک پیکر حسن و شباب ہے اور جب عشاق کے تصور میں آتا ہے تو راتیں کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہیں۔

آسمان فلم کا یہ ستارہ مہتاب بن کر ۲۰ اپریل ۱۹۱۸ء کو بروز جمعہ پھولوں کی مسکراہٹ اور باد نسیم کی اٹھکھیلیوں میں صبح چار بجے فضائے بمبئی پر طلوع ہوا۔ والدین نے نجمہ نام رکھا لیکن اس نے بعد میں جس طرح انجم آرائی کی اس نے اس کو نجمہ سے مہتاب بنا دیا۔

پہلی مرتبہ یہ ۱۹۱۹ء میں اپنی ماں کی ذاتی کمپنی میں ایک خاموش تصویر "کمال شمشیر" کی تکمیل کیلئے کیمرہ کے سامنے آئی اور اپنی ابروؤں کے شمشیر کے خوب خوب کمال دکھلائے اس کے بعد شاردا اور پرکاش میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کیا۔ اس کی پہلی بولتی تصویر "ویر کنال" تھی اس کے علاوہ پردیسی۔ پریتم، بھولا شکار اور فرزند وطن وغیرہ میں

اپنی اداکاری کے نمونے پیش کئے لیکن کسی قابل ڈائرکٹر کی نظر التفات کے نہ ہونے سے کوئی خاص شہرت حاصل نہ کر سکی۔

مہتاب چونکہ بچپن ہی سے چنچل اور شوخ واقع ہوئی تھی اور خد وخال بھی ماشاء اللہ اچھے تھے اس لئے فلمی لائن میں تھوڑی سی کوشش کے بعد کامیابی حاصل کر لینا کچھ دشوار نہ تھا اور جب کہ وہ اس زندگی سے قبل ایک رقاصہ تھی۔ اس لئے دلوں سے کھیلنا اسے بہت پہلے سے آتا تھا۔ فلم لائن میں آنے کے بعد اس کی ناز و ادائیں چار چاند لگ گئے۔

مسٹر کیدار شرمانے "مہتاب" کی پوشیدہ خوبیوں اور صنفی کشش کو محسوس کیا اور اسے فنی حیثیت سے نمایاں کر کے اس کو ہندوستان کی مشہور تصویر "چترلیکھا" میں ہیروئن کا پارٹ سپرد کیا اگر اس تصویر کی کامیابی "مہتاب" کے حسن کردار کی مرہون منت ہے تو بلا شبہ مہتاب کے نام کو چار چاند لگانے والی بھی یہی تصویر ہے۔ مہتاب نے بیشمار فلموں میں کام کیا ہے۔ یعنی بارہا اس نے نوجوانوں کے لئے اپنی عشوہ طرازیوں اور نیم عریانیوں کے مظاہرے کر کے شب بیداری کا سامان فراہم کیا ہے سینما کی رانی، قیدی، معصوم، رن چنڈی، اور بھگت کبیر اس کی شہرت کا سرمایہ ہیں بھگت کبیر میں اس نے جو کردار پیش کیا ہے اور پبلک نے اس کو جس طرح سراہا ہے اگر مہتاب اس پر ناز کرے تو بجا ہے۔

رن چنڈی نے تو اس قدر شہرت حاصل کی کہ لوگ خود اس کو رن چنڈی پکارنے لگے۔ کچھ عرصہ تک مختلف کمپنیوں میں کام کرنے کے بعد اس نے خود اپنی ذاتی کمپنی کی بنیاد رکھی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی اور آخر کمپنی فیل ہو گئی۔ چورنگی۔ شاردا

عصمت اور دل اس کی تازہ فلمیں ہیں۔ اب اس نے منروا مووی ٹون سے معاہدہ بھی کر لیا ہے اس کی تازہ ترین تصویر "پرکھ" ہے۔

پردہ فلم پر اس کی ادائیں بہت دلربا ہوتی ہیں اس کی شوخ رفتاری سینہ کے حسین مدوجزر گناہ کی مکمل دعوت ہوتے ہیں۔ جب گاتی ہے تو روح پر چھا جاتی ہے۔ اسکرین پر نیم عریاں لباس میں یوں معلوم ہوتی ہے کہ گویا چاند گہن سے نکل آیا۔ اور جب اسی لباس میں وہ رقص کرتی ہے تو ایک ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جس کے کاٹے کا منتر ہی نہیں ہے۔ عالم رقص میں ہزاروں ارمان بھرے جوان دل اس کے پیروں تلے کچل جاتے ہیں اس کا شمار ان ایکٹرسوں میں ہوتا ہے جن کے متعلق یار لوگوں میں بہت سی "حسین" افواہیں پھیلی ہوئی ہیں اور اس قسم کی افواہوں سے اس کی شہرت اور چمکتی جا رہی ہے۔

گاتے وقت بے باکانہ رسیلے کناٹے اور کٹیلے اشارے نوجوانوں کے دلوں میں حسرت و ارمان کی دھڑکنیں پیدا کرنے کے لئے بہت کافی ہوتے ہیں۔ جذبات عشق و محبت کو رومان انگیز طریقہ پر نہایت درجہ عریانی کے ساتھ پیش کرنا مہتاب کا ادنیٰ کمال ہے۔ اور اسی وجہ سے اکثر طبقوں میں اس کو تیسرے درجہ کی اداکار تصور کرتے ہیں۔ چندر لیکھا میں درباری محبوبہ کا پارٹ کرتے ہوئے اس نے جو نیم عریانی کا مظاہرہ کیا ہے وہ نوجوانوں کے لئے بہت دلکش تھا۔ علاوہ ازیں وہ مناظر جہاں مہتاب غسل کر رہی ہے، اس کے جسم کے بعض حصوں کی رعنائیاں تیر بنکر دل و جگر میں پیوست ہو جاتی ہیں —— بیدار ہوتے ہوئے جب وہ دلفریب انداز میں انگڑائی لیتی ہے اور اس کی مخمور نگاہیں نیند سے بوجھل ایک شرابی کی کیفیت پیش کرتی ہیں تو

اس چھلکتے ہوئے پیمانے کو بے ساختہ منہ سے لگا لینے کو دل چاہتا ہے اور بڑے بڑے تقدس مآب روز حساب کا خوف بالائے طاق رکھ کر کلیجہ تھام لیتے ہیں۔

مہتاب کی پرائیوٹ زندگی اور بھی زیادہ رومانی ہے وہ انتہائی زندہ دل واقع ہوئی ہے۔ عمدہ اور شوخ رنگ کی ساڑیوں میں ملبوس ہو کر تتلیوں کی طرح محفلوں اور پارٹیوں میں عشوہ و ناز کے ساتھ تھرکنا اس کا عزیز مشغلہ ہے اور اپنے عقیدت کیشوں سے دادِ حسن لینا اسے بہت بھاتا ہے۔ البتہ وہ ملاقات کے فن سے نا محرم ہے۔ وہ ملنے والوں سے عجیب عجیب نخروں کے ساتھ بجا بجا کر گفتگو کرتی ہے اور یہ بات سنجیدگی اور ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی ہے اور یہ وہ سبب ہے کہ جو اس کو تیسرے درجہ کی ایکٹرس بناتا ہے۔

اگر وہ ذوقِ سلیم کے ساتھ متانت سے واقف ہوتی تو یقیناً سنجیدہ طبقہ بھی اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتا۔ جو اس کا زیادہ قائل نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ ان چیزوں سے عاری ہے ایک کافر ادا حسینہ' اور نٹ کھٹ معشوقہ کا بہروپ خوب دل پذیر انداز میں پیش کر سکتی ہے۔ المیہ اور درد انگیز اداکاری اس کے بس کا روگ نہیں ہاں قہر و غضب کے جذبات کو نبھا لیتی ہے۔ یہ ایک بچے کی ماں ہے۔ مطالعہ کرنا اس کا دلچسپ مشغلہ ہے۔

پرا ملا

زلف عنبریں، کشادہ اور روشن پیشانی، بادام کی سی آنکھیں، ہلالی ابرو، صراحی دار بلوریں گردن، جسم بیحد خوبصورت اور دل آویز سینہ مخملیں و مرمریں، قدرت کی صناعی کا ایک نادر نمونہ جس کے دیکھنے کیلئے یار لوگ چشم براہ رہتے ہیں اور دیکھنے کے بعد راتوں کی نیندیں کھو دیتے ہیں۔ اس کی باتیں سننے کے بعد انسان دونوں جہاں سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس کی ہر ہر ادا قیامت کا فتنہ ہے۔ نوجوانوں میں بہت مقبول ہے۔ ہزاروں دلوں کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ رباعیات خیام کی یہ زندہ تصویر ۳ر دسمبر ۱۹۱۵ء کو اسیتھر وکٹوریہ ابراہم کے نام سے بنی اسرائیلی خاندان میں بنگال کے دارالسلطنت میں ایک حسین شام کو اس دنیا میں آئی۔

یہ ساحرہ بچپن ہی سے بلا کی ذہین تھی، اس نے ایک ہی سال میں جونیر اور سنیر کیمبرج اور انٹرمیڈیٹ آرٹ کا امتحان کامیاب کیا اور پھر بی ٹی کی تعلیم کے بعد دنیا نے اسے استانی کے روپ میں اہل یہود کی ایک مشہور درسگاہ "تالمود طیورا جیوش" میں دیکھا۔ اور ایک معلمہ کی حیثیت سے شباب کا ابتدائی زمانہ درس و تدریس میں گذرا اس عرصہ میں پرا ملا نے اسکول اور کالج کے ڈراموں میں اکثر نمایاں حصہ لیا۔ اور درحقیقت اس کی تخلیق کا راز ہی یہ تھا کہ وہ اپنی برقپاش مسکراہٹ، نقرئی قہقہوں

اور جسم نازک کی حسین و لطیف لرزشوں سے نوجوانوں کے لئے حشر سامانی اور جذباتی تلاطم پیدا کیا کرے ــــــ پرامِلا کے دل میں کبھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ وہ آئندہ چل کر ایک فلم ایکٹرس بنے گی دراصل اس کی فلمی زندگی چند حسین اتفاقات کی مرہون منت رہے ۱۹۳۶ء میں جب پرامِلا بمبئی میں تھی تو امپیریل فلم کمپنی نے اس کو اپنانے کیلئے دعوت دی اور پنجاب میل کا ایک خاص کردار اس کے سپرد کیا ۔ کچھ عرصہ کے بعد امپیریل کے اس مرمریں پیکر کو کوہا پور سینی ٹون نے عارضیتاً اپنے آغوش میں لیلیا۔ اور اس طرح اس کو پہلی مرتبہ سانگ آف لایف میں اپنے حسن کی ضیا پاشی کا موقع ملا ایک کامیاب اور اچھی اداکارہ جس قدر حسین اور جاذب توجہ انداز میں اپنا کردار سنبھال سکتی ہے پرامِلا نے اس سے کہیں زیادہ اپنے کو ثابت کیا ۔ اور ایک مختصر سے عرصہ میں پردۂ سیمین کا یہ ستارہ فلمی دنیا پر جگمگا اٹھا ۔

میرے لال اور سرلا کو فلمانے کے بعد مدر انڈیا نے اسے کامیابی کے زینے پر پہنچا دیا ۔ "پرکاش" نے اس کی کامیابی سے متاثر ہو کر اس حسینہ کو "بجلی" میں ایک نئے روپ میں برق پاشی کرنے کیلئے پیش کیا ۔

منروا مووی ٹون نے اس کی بے نظیر اداکاری اور شہرت کو سامنے رکھ کر الٹی گنگا میں ایک مخصوص کردار کیلئے منتخب کیا ۔ اس میں نمایاں ہو کر اس کی غیر معمولی مقبولیت کو اور بھی چاند لگ گئے ۔ یہ موجودہ پردۂ سیمین کا ایک ایسا جگمگاتا ہوا ستارہ بن گئی جس کے سامنے دوسرے تمام تارے مندمل ہو گئے ۔ یہ ایک ایسا خوش رنگ پھول ہے جس کی مہک سے لطف اندوز ہونے کے لئے ہزاروں دل بیقرار رہتے ہیں ۔

پرملا نے شہزادی پھوں اور سبنت میں اپنے کردار کو جس حسن و خوبی سے پیش کیا ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے' بسنت کے بعد بڑے نواب صاحب' جھنکار' جلالی اور نصیب کی کامیابی نے پرملا کو لافانی اور غیر معمولی شہرت و مقبولیت کا حامل بنا دیا ہے۔

پرملا وہ پہلی ہندوستانی اداکارہ اور رقاصہ ہے جسے ایک مغربی فلم انڈسٹری کے مشہور رکن مسٹر جان کورفیلڈ نے ڈاٹر آف انڈیا (دختر ہند) نامی فلم میں ایک ممتاز نسوانی کردار کے واسطے منتخب کیا تھا۔ لیکن یورپ کی موجودہ جنگ نے اس میں رکاوٹ پیدا کر دی۔

اس زہرہ جبیں کی پرائیوٹ زندگی بڑی ہی دلچسپ ہے وہ چھوٹے چھوٹے رومانی افسانے لکھنے میں خاص ملکہ رکھتی ہے اور زیادہ تر وقت اسی میں گزارتی ہے اس کا مطالعہ بھی کافی وسیع ہے۔

بال روم کی فضاؤں کو گرمانا سائیکل چلانا اور نت نئے انداز میں تصویریں کھنچوانا اس کے دلچسپ مشاغل ہیں۔ ہمیشہ ایک دلفریب ادا کے ساتھ تصویر اتروانا پرملا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

پرملا اب اپنے بام عروج پر پہنچ چکی ہے۔ اس نے ملک کے مشہور پروڈیوسر مسٹر کمار سے شادی بھی رچالی ہے۔ اسے امور خانہ داری سے اب بھی بیحد دلچسپی ہے انگریزی' اور ہندوستانی اور یہودی کھانے پکانے کا بیحد ذوق ہے اور اچار' چٹنی اور مربے بنانے کا تو خبط ہو گیا ہے۔ فرصت کے بیشتر اوقات اسی میں گزرتے ہیں۔ مطالعہ کا بھی شوق ہے لیکن مجنونانہ نہیں۔ مطالعہ کافی وسیع ہے۔

منورما

کہتی ہے حسن کو فتنۂ محشر تمام خلق ؎ ڈرتا ہوں وہ بھی کوئی تمہاری ادا نہ ہو

انگریزی تعلیم یافتہ ہندوستان، اور ترقی یافتہ انگلستان کے حسین امتزاج کا نتیجہ ۱۶ر اگست ۲۶ء کو مسٹر ڈینیل پروفیسر سنگلگین کالج مغلپورہ (پنجاب) کے گھر میں ظہور پذیر ہوا۔ پیدا کرنے والوں نے اس کا نام مس ایزن ڈینیل رکھا لیکن قدرت نے جن کے لئے پیدا کیا تھا انہوں نے "منورما" کے لقب سے پکارا۔

پروفیسر کی لڑکی، ہوسٹل کی فضاء، اور پنج آب کی آب و ہوا نے یہ رنگ دکھلایا کہ یہ گل نوزائیدہ بارہ ہی برس کی عمر میں کالج کے ڈراموں اور "بال روم" کی محفلوں کو معطر کرنے لگا۔ منورما غضب کی حسین ہے۔ اس کے تناسب اعضا نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، معصوم غزالی آنکھیں، پیارے پیارے رخسارے، بانکی چتون، ابھرے ہوئے بازو، نرم و نازک جسم پیام نشاط ہیں — لیکن ساغر حسن کچھ خالی خالی سے دکھائی دیتے ہیں۔

ہوسٹل اور کالج کی چہار دیواری ہی سے اس کے طرۂ پیچ و خم کی خوشبو آوارہ ہونے لگی تھی۔ اور ایک شوخ و طرار سوسائٹی گرل کی حیثیت سے ہر محفل میں اس کا چرچا ہونے لگا تھا۔

پردہ سیمین کی یہ سیمیں بدن رقاصہ، سنجیدہ اور المیہ اداکاری سے عاری ہے برخلاف اس کے دنیائے حسن وعشق کا یہ چھلاوہ صرف بیباکانہ، محبوبانہ سوقیانہ، شوخ وشنگ معشوق یا مشلہ کی حیثیت سے پردہ فلم کو خوب جگمگا سکتی ہے، لیکن ابھی کسی اچھے ڈائریکٹر کی نگہ التفات کی مستمند ہے یہ فتنہ پرور چنچل حسینہ، میک اپ کی دیوانی، شرم وحیا سے بیگانہ ہوکر جب ایک رقاصہ کی حیثیت سے اپنے ادا و ناز کا مظاہرہ کرنے کے لئے اسٹیج پر رقص کناں ہوتی ہے تو بڑی بڑی کہنہ مشق رقاصائیں اس کے سامنے پانی بھرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ شائقین فلم کے سینے جذبات کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ اور ہر ادا پہ دل چاہتا ہے۔ نقد جان نذر کیجئے۔ رقص کرتے ہوئے جب اشارے ادائیں بن کر دلوں کو برانگیختہ کرتے ہیں نوجوانوں پر بجلیاں بن بن کر گرتے ہیں۔ اور ہزاروں آنکھوں کو نوید شب بیداری دے جاتے ہیں۔

اب اس کا شمار ہندوستان کی ممتاز ترین ایکٹرسیز میں ہونے لگا ہے فلمین طبقہ تو درکنار خود ڈائرکٹرس اس کے مداح نظر آتے ہیں ابتداً اس ساحرہ نے سہتی مراد میں کام کیا اس کے بعد خزانچی کے خزانے کی کنجی بن کر آئی۔ پھر اس نے اک مسافر میں لوگوں کو بیخود بنایا۔ خاندان اور پٹواری نے اس کو اور بھی جلا دی۔ نشانی پونجی اور زمیندار اس کے بہترین شاہکار ہیں ان فلموں نے اس کی تصویروں کو پان کی دوکانوں سے لے کر شاہی محلوں تک میں پہنچا دیا۔ اور اب تو اس کی تصویر ہزاروں دلوں پر نقش ہے۔

اب یہ بلبل پنچھی میں فتنہ سامانی کر رہی ہے۔ اور عنقریب "مائی" میں نمودار ہوگی جو اس کی تازہ ترین فلم ہے۔

اس کے منہ سے نکلے ہوئے گیت دراصل اس کا سرمایہ نہیں بلکہ وہ کسی اور گلے کی آوازیں ہیں اور بیک گراؤنڈ موسیقی کے مرہون منت ــــ پردۂ سیمیں کی یہ زرنگار چنچل لڑکی، اپنی پرائیوٹ زندگی میں بالکل برعکس دکھائی دیتی ہے خانگی زندگی میں یہ ایک نہایت سنجیدہ، ملنسار، اور شریف خاتون نظر آتی ہے۔ انگریزی فلم بینی، میک اَپ، اور خالص ہندوستانی لباس اس کی فطرت میں داخل ہیں۔

شیلا

آرٹ اور کردار کی ملکہ کرناٹک کے ایک مسلمان خاندان کی چشم و چراغ منروا مووی ٹون کی جذبات نگار مسلّہ جو میانہ اندام۔ ملاحت انگیز چہرہ، سانولی رنگت تیکھی چتون، دلپسند اور شوخ ادائیں رکھتی ہے۔ اگرچہ کہ شیلا مجموعی حیثیت سے نسیم، پر دتما داس گپتا، اور مادھوری وغیرہ کی طرح حسین وجمیل نہیں ہے۔ نہ اسے پری چہرہ اور ملکہ حسن کہا جا سکتا ہے لیکن اگر آرٹ اور کردار "فلم" میں کوئی حیثیت رکھتے ہیں تو شیلا بلاشبہ اس حیثیت کی ممتاز ترین ملکہ ہے۔ اور یہاں آکر نسیم کی قسم کی تمام حسینائیں اس کے سامنے پانی بھرتی نظر آتی ہیں۔

شیلا ہر تصویر میں ایک نرالی جدت کے ساتھ اداکاری کا ایک ایسا جادو پھونکتی ہے جس سے دیکھنے والے مبہوت رہ جاتے ہیں کوئی آنکھ اور کوئی دل داد دیے بغیر نہیں رہتا۔

یہ آرٹ کی دیوانی، جب کسی فلم میں اپنے آرٹ اور کردار کا مظاہرہ کرتی ہے تو خود آرٹ میں ایسی گم ہو جاتی ہے کہ تمام دیکھنے والے بھی اپنے کو بھول جائیں اپنی دلی، دماغی اور روحانی تمام صلاحیتوں سے خود گم ہو کر آرٹ کو ایسا اجاگر کرتی ہے کہ بے ساختہ منہ سے داد نکلتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ " آرٹ " کوئی آسان چیز نہیں لیکن شیلا جس حسن وخوبی سے اس خارزار وادی سے بآسانی گزر جاتی ہے وہ ہر فلمی ملکۂ حسن وجمال کا کام نہیں اور یہی وہ مقام ہے جو اس کو آرٹسٹک بنا کر دوسری تمام اداکاروں سے بلاشبہ بلند کرتا ہے۔ اور کامیابی کے زینہ پر پہنچا دیتا ہے۔ سب سے پہلے بھارت کی مشہور تصویر " چابک سوار " میں پردۂ سیمین پر فلم بین طبقے کے سامنے آئی۔ اس کے بعد فلمی دنیا سے اچانک اس طرح غائب ہو گئی جیسے " اندھے کی آنکھ سے روشنی " ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح کافی عرصہ تک لاپتہ رہی لیکن پھر یکایک سہراب مودی کے فلم جیلر میں ایک اندھی بھکارن کے بھیس میں دکھائی پڑی۔ اور اس شان سے اس تصویر میں آئی کہ دیکھنے والے اس کی کورانہ نگری پر بے تحاشہ خراج تحسین ادا کرنے لگے۔ اس خوبی سے اس نے اپنی تمثیل پیش کی کہ اہل نظر تمیز نہ کر سکے کہ واقعی یہ نابینا ہے یا بینا؟ حالانکہ تھی وہ شیلا ہی —— اسے کہتے ہیں کردار ؛ اس تصویر نے اس کی شہرت کو لافانی بنا کر چار چاند لگا دئے۔ اس کے بعد وہ منروا کی زندہ جاوید فلم پکار میں کیمرہ مین کی بے التفاتی کے باوجود جذبات وکردار کی نورجہاں بن کر مناظر پر اس طرح چھا گئی کہ اگر نسیم کا " پری چہرہ " آڑے نہ آجاتا تو یقیناً تصویر کی پوری کامیابی کا اعلان دنیا اسی کے نام پکار اٹھتی۔

اس کے بعد " وصیت " اور " سکندر " میں اس کرناٹکی دوشیزہ نے آرٹ وکردار کے وہ نمونے پیش کئے جس نے ملک کے ہر طبقے سے خراج داد وتحسین حاصل کیا۔ اس کے مدبھرے روح پرور گیت آج تک کانوں میں " امرت " برسا کر

دل کے لئے سامان طرب پیدا کر رہے ہیں۔

شیلا کا شمار ہندوستانی فلم انڈسٹری کی بلند ترین ایکٹرسوں میں ہے۔ اور اس معیار کی ایکٹریس انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں۔ شیلا سے ہماری فلمی دنیا کی بہت سی نادر توقعات وابستہ ہیں اس کی تازہ تصویر تھیٹروں کا سوداگر ہے۔

حسن بانو

اصلی نام روشن آرا ہے فلمی دنیا میں حسن بانو کے نام سے بہت مشہور ہے یہ مشہور ایکٹرس شریفہ کی لڑکی ہے ۱۹۲۲ء میں ہندوستان سے باہر اس کے مشرقی پھاٹک سنگاپور میں پیدا ہوئی تھی۔ انٹر تک تعلیم تھی لیکن اس کے ماسوا ہندوستان کی مختلف صوبائی زبانوں میں کم وبیش مہارت رکھتی ہے چنانچہ مرہٹی گجراتی ہندی اور اردو بخوبی جانتی ہے۔ اس نے چونکہ ایک ایکٹرس کے گھر میں جنم لیا تھا اس لئے اداکاری اور حسن پروری خمیر میں شامل تھے۔۔

حسین آنکھیں، شفاف رخسار، خوبصورت بدن دلبرانہ گیسو اور سریلی آواز قد موزوں، نہایت سنجیدہ اور متین ہے۔ جب گاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہشتی نغمے فضاؤں کو گرما رہے ہیں۔ اس کے محبت نواز نغمے ایک سحر بن کر جذبات پر چھا جاتے ہیں۔ اور سننے والے نغمات کے بحر بیکراں میں ہچکولے لینے لگتے ہیں

یہ سنجیدہ پارٹ اداکرنے میں ید طولیٰ رکھتی ہے۔

اولاً ۱۹۳۵ء میں مسٹر نتن بوس کی نظر انتخاب نے اس کو نیو تھیٹرس کیلئے منتخب کیا۔ اور "ڈاکو منصور" میں پردہ سیمین پر حافظ جی کے ذریعہ جگمگائی۔ اس کی کامیاب اداکاری اس کے حسن و شباب اور ذہانت خداداد کی مرہون منت ہے۔

یہ ہندوستانی اخلاق اور تواضع کی ایک زندہ تصویر ہے۔ اس نے پردۂ فلم پر آنے کے بعد تھوڑی سی مدت میں لاتعداد تصویروں میں اپنی اداکاری کا کامیاب مظاہرہ کیا۔ اور پورے فلم بین طبقے سے خوب خوب داد حسن لی جے بھارت نورمین، ہندکیسری، فلائنگ رانی، متوالی میرا۔ تقدیر کی توپ، پریم نگر، آسرا بہن، تمی، روشنی، دھندھورا اور سجنی وغیرہ میں مختلف اقسام کے ممتاز نسوانی کردار پیش کئے اور ہر اعتبار سے یہ کامیاب کہی جاسکتی ہے۔ "جوانی" اس کی اداکاری کا شاہکار ہے۔

اداکاری کی ابتدائی تعلیم اس نے اپنی ماں ہی سے سیکھی ہے۔ اور اپنی ماں کا بہت ادب کرتی ہے۔ لیکن اگر ضد پر آجائے تو پھر اپنے من کی کر گزرتی ہے۔ احباب، اور ملاقاتیوں سے بڑی تواضع اور سادگی سے ملتی ہے۔

بعض فلم بین مبصرین کا خیال ہے کہ اگر کسی قابل ڈائرکٹر کی نظروں میں سماگئی تو یقیناً یہ ہندوستان کیلئے مایۂ ناز مشتہ ثابت ہوگئی۔ اور مستقبل میں ضرور کوئی دوربین ڈائرکٹر اس ستارے کو درخشاں ماہ منور بنادے گا۔

اس کو گلاب کے پھولوں اور تتلیوں سے مجنونانہ محبت ہے، مطالعہ، سیاحی، اور انگریزی فلمز دیکھنا اس کا محبوب مشغلہ ہے اس کی تازہ ترین تصویر "آئینہ" ہے۔

شوبھنا سمرتھ ایم اے

پیاری زلفیں، حسین عارض، مخمور نگاہیں، نازک لب، قد رعنا، دلبرانہ رفتار و گفتار، بہر حال ہر صورت سے محبوب بننے کے لائق کہا جا سکتا ہے کہ ۱۷ نومبر ۱۹۱۷ء کا دن یقیناً بہت سی خوبیوں کا دن تھا۔ جب ہندوستان کے عروس البلاد بمبئی میں ہندوستانی فلمی دنیا کی ایک اعلیٰ ترین تعلیم یافتہ اور حسین و جمیل ممثلہ نے جنم لیا۔

شوبھنا سمرتھ بنگال کے ایک مشہور متمول گھرانے کی نونہال ہے اس کے والد مسٹر شلوتری ایک بڑے بینکر تھے۔ شلوتری نے ایم اے کامیاب کرنے کے بعد نیویارک یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل فرمائی اور اس کے بعد اکثر و بیشتر یورپ اور دیگر ممالک کو جاتے رہے ان سفروں میں ان کی نور نظر ہمیشہ ساتھ رہی اور اس طرح اس پری نے پوری دنیا کی سیاحت کی۔

بچپن ہی سے وہ بلا کی خوبصورت اور ذہین تھی اس پر یورپین ممالک کی سیر و تفریح نے اور چاند لگا دئے۔ بنگالی نسل مہاراشٹرا کی پیدائش یورپ کی جلا اور والدین کا تمول ان سب چیزوں نے اکٹھا ہو کر شوبھنا کی شوبھا کو جس طرح پروان چڑھایا وہ آج فلم بین طبقہ سے پوشیدہ نہیں۔

FILMI TITLIAN

Shahzadi

Naseem

Mumtazshanthi

FILMI TITLIAN

Vanmala

Naima

Chandraprabha

شوبھنا کے والد نے ۱۹۳۱ء میں قلب کی بیماری میں مبتلا ہو کر اچانک اس دنیا سے کوچ کیا۔ اس وقت شوبھنا بالڈون ہائی اسکول بنگلور میں پڑھ رہی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد شوبھنا اپنے چچا کے پاس بمبئی چلی گئی اور وہاں ان کے زیر سایہ تعلیم و تربیت ہونے لگی یورپ کی سیاحت سے آزادی کی روح بچپن ہی سے رگ و پے میں سرایت کر چکی تھی اور اس کا نکلنا ناممکن تھا لیکن اس کے چچا اس کی آزاد خیالی کے سخت مخالف تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی صلاحیتیں اس کے حسب منشاء روبہ عمل نہ آسکتی تھیں۔ جب شوبھنا نے اپنی آزادی میں رکاوٹ محسوس کی تو بہت مضطرب ہوئی اور بالآخر ایک دن وہ چچا سے علیحدہ ہو کر ایک الگ مکان میں اپنی ماں کے ساتھ رہنے لگی۔ اب شوبھنا بالکل آزاد اور ایک مکمل سوسائٹی گرل تھی۔

ابتداءً جب اس نے اپنی آزادانہ امنگوں سے پیدا ہونے والے خیالات کے تحت اپنے والدین سے فلمی دنیا میں قدم رکھنے کی اجازت چاہی تو پورا خاندان اس حوروش دوشیزہ کے خلاف ہو گیا اور نہ صرف اعزا و اقربا اور اہل خاندان نے مخالفت کی بلکہ ڈاکٹر بی۔ ایس شلوتری کے حلقہ احباب نے انتہائی مخالفت کی حتیٰ کہ مہاراشٹرا کے مختلف علاقوں سے گروہ در گروہ وفد آئے اور انہوں نے بری طرح شوبھنا کے خیالات کی مذمت کی، اس کے والد کو سمجھایا اور زور دیا کہ وہ لڑکی کو خاندان کی عزت و ناموس کے تحفظ کی خاطر ہرگز فلمی لائن میں نہ جانے دیں۔ اخبارات اور رسائل میں بھی ڈاکٹر شلوتری سے پرزور الفاظ میں اس کو روکنے کی سفارش کی گئی ——— مخالفت کی باد سموم شوبھنا کے خلاف

کافی تیز و تند ہوتی گئی۔ اور اس کا خواب شرمندۂ معنیٰ نہ ہو سکا۔

والد کے انتقال کے بعد چچا سے علٰحدہ ہو کر فلمی دنیا پر چمکنے والا آفتاب جب ایک علٰحدہ مکان میں فروکش ہوا تو فلمی دنیا کی خوش قسمتی کہیے کہ اس مکان کے مالک کسی کمپنی کے ڈائریکٹر تھے۔ اور ایک صاحب سامرتھ نامی اکثر ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ یہ حضرت بھی ایک بڑے دولتمند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔ حال ہی میں جرمنی سے آئے تھے۔ اور فلمی دنیا سے بہت دلچسپی رکھتے تھے شوبھنا بھی اکثر آیا جایا کرتی تھی۔ اتفاق کہ ایک دن مس شوبھنا اور مسٹر سامرتھ کی ملاقات مکان کے ایک کمرہ میں ہو گئی۔ ان دنوں شوبھنا کی عمر کوئی اٹھارہ برس کی تھی۔ اٹھتی جوانی گدرایا ہوا جوبن حسن و جمال کی تصویر مجسم، دوشیزگی کا بھرپور زمانہ آزادی کی دیوانی کی پہلی ہی جھلک اس آزادی کے دیوانے پر پڑی اور بجلیاں بن کر خرمن ہستی کو خاکستر کر گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی سے آنے والے نوجوان نے اس انڈین بمباری کی تاب نہ لا کر پہلے ہی وار میں مورچہ چھوڑ دیا۔ ہتھیار ڈال دئے۔ اور بری طرح گھائل ہو گیا۔ شوبھنا بھی مسٹر سامرتھ کے حسن و شباہت سے کافی متاثر ہوئی۔ یہ ملاقاتیں رفتہ رفتہ بڑھتی رہیں اور ایک نے دوسرے کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھنے کا موقع پایا پھر اعلیٰ تعلیم کی ہم رنگی۔ اور مذاق کی ہم خیالی نے قریب سے قریب تر کر دیا۔ رفتہ رفتہ یہ ہم خیالیاں رنگ لائیں اور یہ طے کر لیا گیا کہ خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔ ارادوں نے عمل کی صورت اختیار کر لی اور ادا کاری کے دیوانوں نے اپنا ایکٹ مستقل شادی کی شکل میں ادا کر دکھایا۔

شوبھنا فطرتاً آزاد واقع ہوئی تھی۔ شوہر کی ہم خیالی نے سمند ناز پہ تازیانے کا کام کیا اور کولھاپور سنے ٹون میں ملازمت کر لی۔ سب سے پہلے یہ "یتیم بچے" نامی تصویر میں پردۂ فلم پر آئی لیکن یہ تصویر بدقسمتی سے کامیاب نہ ہو سکی اور بری طرح ناکامیاب ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے "ساگر" کے "دیوانے" اور "کوکیلہ" میں کام کیا لیکن کوئی قابل تعریف کردار پیش نہ کر سکی۔ اس کی شہرت کا ستارہ "پتی پتنی" اور "نرالا ہندوستان" سے چمکا اب تو شوبھنا نے یکے بعد دیگرے متعدد فلموں میں کام کیا اپنی نگریا' سوامی ناتھ' بمبئی کی سیر بھرت ملاپ' نئی دنیا وغیرہ میں اپنی اداکاری کے بہترین نمونے پیش کئے۔ اور خوب خوب داد و تحسین حاصل کی "گھر جوائی" خود اس کے شوہر مسٹر سامرتھ نے ڈائریکٹ کیا ہے۔ اس میں بھی یہ کافی کامیاب رہی۔

برات' ماتا اور سویرا میں بھی اچھا کردار پیش کیا ہے۔ نل دمینتی راجن اور انسان اس کی تازہ تصویریں ہیں۔

مسٹر جینت نے اپنے ایک انٹرویو میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں بلحاظ اداکاری اپنی ساتھی ممثلات میں سب سے زیادہ مس شوبھنا سمرتھ کو پسند کرتا ہوں۔ مسٹر جینت کی شخصیت سے فلمی دنیا ناآشنا نہیں ان کے الفاظ یقیناً حقیقت پر مبنی ہیں۔

شوبھنا اپنی پرائیوٹ زندگی میں بھی بیحد شوخ و طرار اور رنگین مزاج پائی جاتی ہے۔ اپنے شوہر سے بے پناہ محبت کرتی ہے جو عشق کی حد تک پہنچ چکی ہے۔

تازہ ترین اطلاع ہے کہ شوبھنا تل بمینیتی میں آرہی تھی ، اس کی ہدایت کاری کے فرائض دادا گنجال کی علالت کے باعث اس کے شوہر مسٹر کمارسین سمرتھ کے سپرد تھے۔ لیکن تصویر کی تکمیل سے قبل ہی مسٹر گنجال صحتیاب ہوگئے۔ اور مسٹر چھوٹو بھائی ڈیسائی پروڈیوسر نے انھیں مفوضہ فرائض کی انجام دہی کیلئے توجہ دلائی لیکن شوبھنا نے اپنے خاوند کے سوا کسی اور کے زیر ہدایت کام کرنے سے انکار کردیا ہے۔ دیکھئے اب کیا گل کھلتے ہیں۔

رقص، تیراکی، اور اداکاری کی بیحد دلدادہ ہے گھوڑے کی سواری خوب کرتی ہے۔ اور کتے سے بہت پیار ہے ایک لڑکی ہے جس سے بہت محبت کرتی ہے۔

پروتیما داس گپتا

حسین چہرہ، شوخ آنکھیں، دلبرانہ خدوخال، زلفیں عنبریں، شب ہجر کی طرح سیاہ و دراز، البیلے نقش و نگار، پیارے ہونٹ، بانکی ادائیں، دلسوز سینہ جسم گویا حسن کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ نسیم صبح کی سی مستانہ چال سے جب چلتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی شاعر کا حسین تخیل نور کے سانچے میں ڈھل کر زمین پر اتر آیا ہے۔ دیکھنے والے کلیجہ تھام لیتے ہیں ہر انداز پر دل چاہتا ہے کہ نثار ہو جائے۔

پروتیما کی پیدائش ۵ ستمبر ۱۹۲۱ء کو کاٹھیاواڑ (گجرات) میں ہوئی یہ ایک معزز اور متمول بنگالی خاندان کی چشم و چراغ ہے اور شاعر اعظم ٹیگور آنجہانی سے قریبی رشتہ بھی ہے۔ بچپن ہی سے بہت شوخ و شنگ واقع ہوئی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ میں بڑی ہو کر فلم اسٹار بنوں۔ چنانچہ اس نے ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی نوخیز تمناؤں اور آزادی کو لبیک کہتی ہوئی شاعر اعظم آنجہانی کی حسب منشاء ۱۹۳۸ء ــــ ایک بنگالی فلم میں کام کیا جو ڈاکٹر ٹیگور کے مشہور ڈرامے "گورا" پر مبنی تھا۔ اس طرح پہلی بار پردہ سیمیں پر پروتیما "گورا" کے ذریعہ دیوتا کے پردۂ زنگاری کی خیرہ کن روشنی میں آ کر چکی

صاحبان نظر نے پہلی ہی نظر میں تاڑ لیا کہ اگر یہ اس طرح دو چار بار مشقِ ناز کرنے کے بعد بے حجاب ہو گئی تو یقیناً ہندوستانی فلم کی آیندہ قسمت کا ایک چمکدار ستارہ ہو گی۔

خود شاعر اعظم نے اس کے بے مثل حسن ادا کاری کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ میرے ڈرامے کی "للیتا" اتنا اچھا کام نہ کرتی جتنا اس میں پردتیما نے کیا ہے۔" یہ الفاظ نہ تھے بلکہ پردتیما کی کامیابی پر مہر توثیق تھے۔ چنانچہ گورا کی نمایش کے بعد پردتیما روز بروز ہر دلعزیز ہوتی گئی کچھ عرصہ کے پردتیما، یورپین صنعت فلم سازی سے واقف ہونے کے لئے انگلستان چلی گئی اور وہاں قیام کیا۔ لیکن اچانک یورپ پر جنگ کے بادل چھا گئے تو اس کی ماں نے گھبرا کر واپس بلا لیا۔ اس طرح وہ وہاں زیادہ عرصہ نہ رہ سکی پھر بھی کوئی چار ماہ کی قلیل مدت میں بہت کافی واقفیت حاصل کر کے واپس آ گئی۔ یورپ سے واپس آنے کے بعد یہ ایک بنگالی تصویر پاتھ بھن میں ایک ممتاز نسوانی کردار لیکر نمودار ہوئی فلم کامیاب رہی اور اس کی کامیابی نے اس کو اور بھی بام شہرت پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد اس نے کورٹ ڈانسر بیا بودھن 'کنوارا باپ' میں نہایت کامیاب تمثیل پیش کی ان تصویروں نے اس حسین ممثلہ کی شہرت میں چار چاند لگا دئے کنوارے باپ میں اسکی صنفی کشش اپنے پورے شباب پر ہے اس کی تازہ ترین فلم نمستے ہے۔ راج نرتکی' اور کنوارا باپ اور راجہ' شرارت اس کے زندہ جاوید شاہکار ہیں۔

پردتیما داس فلمی دنیا کو بہت پسند کرتی تھی لیکن خود اس میں شریک ہونے کے بعد اس کی تردید کرتی ہے۔

پروتما کا شمار " ہندوستانی فلم " کی ان چند مشہور ممثلات میں ہوتا ہے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے کردار کو اس انداز سے سنبھالتی ہے کہ شاعر کا تخیل اور مصور کا دماغ دونوں منہ تکتے رہ جائیں۔

پروتما حسن و شباب کا معطر پھول ہے اداکاری کے ساتھ ساتھ اس کا حشر سامان حسن، شوخی اور شرارت کے ساتھ الڑھ پن اور اس کی دلآویز ادائیں ایک فتنۂ محشر ہیں اس کی روشن اور تیز نگاہیں اپنی نوکیلی پلکوں کے ساتھ جب کیوپڈ کے کمان سے تیر اندازی کرتی ہیں تو ہزاروں جوان دل ان کا نشانہ بن جاتے ہیں۔

یہ اپنی حسین مسکراہٹ اور شوخ ہنسی کے ساتھ جب فلمی مناظر پر جلوہ فرما ہوتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پرستان کی کوئی منتخب پری اپنی پوری ستم ظریفیوں اور رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہو گئی ہے۔ اور بس عنقریب ہی وہ اپنے حسن عالم شباب سے ایک جہان کو پھونک دے گی۔ اسے تصویر میں دیکھنے کے بعد جی چاہتا ہے حقیقت میں دیکھا جائے اور ایک لمحہ کیلئے نظروں سے اوجھل نہ ہو۔ درحقیقت وہ ایک انتہائی حسین ممثلہ ہے۔ جس کی یاد میں سیکڑوں حسن پرست مبتلا ہیں۔ وہ فلمی دنیا پر ایک چمکتی ہوئی قوس قزح ہے۔ جس کے برق پاش جلوے اپنے اندر ہزاروں دلوں کی آرزوئیں لئے ہوئے ہیں۔

پروتما اپنی پرائیوٹ زندگی میں بھی بہترین مشاغل کی حامل ہے سیاحی رقص و سرود، شہسواری اور مطالعہ اس کے مرغوب کام ہیں۔

ارملا دیوی

پنجہ صاحب کیمبل پور صوبہ پنجاب میں ۷؍دسمبر ۲۳ء کو پیدا ہوئی۔ اور زندہ دلوں کے اسی خطۂ رنگین میں پرورش پاکر ایک ہندوستانی عورت کی طرح خانہ داری کی زندگی بسر کرنے لگی۔

عزت وشہرت اور حصول دولت کا شوق جب دل میں پیدا ہوا تو اپنی دلی آرزؤں کو پورا کرنے کے لئے ایکٹرس بننے کا خیال آیا۔ چنانچہ اپنے ارادے کو روبہ عمل لانے کے لئے فلمی لائن اختیار کرلی۔ لیکن اس لائن کو جس قدر آسان خیال کیا تھا۔ واقعات سے دوچار ہونے کے بعد اس کی تردید ہوگئی۔ پھر بھی انتہائی دشواریوں اور قربانیوں کے بعد اپنی مشکلات پر قابو پاگئی اور بالآخر فلمی زندگی میں نمایاں طور پر کامیابی حاصل کی۔ پہلے یہ زندگی صرف شہرت و دولت کیلئے اختیار کی تھی لیکن اب اداکاری ایک مستقل پیشہ بن کر رہ گئی ہے۔

جوانی کے دن اور مرادوں کی راتیں ہیں۔ فطرتاً طبیعت میں بے باکانہ الھڑپن اور شوخی وشرارت کا یہ عالم ہے کہ بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے۔ ہلال پیشانی صاف وشفاف رخسار، متناسب اعضاء اور مستانہ چال ہر صورت سے ایک فتنۂ قیامت ہے۔ اچانک اگر آنکھیں چار ہوجائیں تو دل دھڑکنے لگے۔

اس کی سب سے بڑی خصوصیت خوش اخلاقی اور شریفانہ انکسار ہے یہ مروت اور اخلاق کا مجسمہ ہے اردو کی اچھی خاصی مہارت ہے۔ سب سے پہلے ۱۹۳۸ء میں راوی ٹاکیز میں داخل ہوئی اور اس وقت سے آج تک کم وبیش ایک درجن کمپنیوں میں اپنے تمثیلی کمالات کا کامیاب مظاہرہ کر چکی ہے اور کئی اعتبار سے ایک کامیاب ممثلہ ثابت ہوئی ہے اس کی سب سے مشہور تصویر "دس بجے" ہے۔ اس نے بے شمار تصویروں میں کام کیا جن میں سے بعض یہ ہیں۔ ہری کین اسپشل' بادل' سسرال' جوانی کی پکار' میرے ساجن ریڈ سگنل' پاپ کی نگری اور ان کے علاوہ متعدد تصاویر میں بھی کامیاب اداکاری کی ہے۔

اس پر مسٹر کھوسلا کی ہدایات کا زیادہ اثر پڑا ہے اور اس سے کافی متاثر معلوم ہوتی ہیں۔

اس کو خود ان تمام تصویروں میں جن میں اس نے کام کیا ہے "دنیا ایک تماشہ ہے" کی تمثیل خاص طور پر پسند ہے۔

اندرا

اس حسین بدن - نوخیز ممثلہ کا اصلی نام زیڈ الکزینڈر ہے - دنیائے فلم میں مس اندرا کے نام سے مشہور ہوئی -

موسم گرما کی چڑھتی جوانی' ۱۱ مئی ۱۹۲۸ء کو صوبہ متحدہ کے دارالسلطنت یعنی پریاگ راج میں پیدا ہوئی - والد یو'پی باب حکومت کے صدر محاسب اور کمشنر وغیرہ کے ممتاز عہدوں پر مامور رہے -

گنگا کے دو آبے کی لالہ زار سرزمین - اور تربینی کی پر بہار اور روح پرور فضاؤں میں یہ نوخیز کلی رنگ لانے لگی سینیر کیمبرج تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۵ء میں موسم گرما کی تعطیلات گزارنے کیلئے بمبئی گئی ہوئی تھی اسی زمانہ میں ساگر کمپنی کی ایک تصویر فلمائی جا رہی تھی جسے دیکھنے گئی - فلمی دنیا کی خوش قسمتی کہئے یا اندرا کو اس مثل کا مصداق سمجھئے کہ آگ لینے جائیں اور پیمبری مل جائے ــــــ !

جو تصویر فلمائی جا رہی تھی اس کی تصویر کشی نے بہت متاثر کیا اور ایک ممثلہ کو اپنے کردار میں ناکام اور غلط زبان بولتے دیکھ کر اس کے دل میں بھی امنگیں پیدا ہوئیں - جذبات نے کروٹ بدلی - شوق نے انگڑائیاں لیں اور

یہ بغیر کسی دشواری کے "ساگر" میں شریک ہو گئی دنیا لوگوں کی کامیابیاں دیکھ کر رشک کرتی ہے۔ دوسروں کو عروج وارتقاء کی منزلوں پر پا کر اس منزل کا رخ کیا جاتا ہے لیکن اس کمسن حسینہ نے اس وادی میں سمند شوق مہمیز دی جس راہ میں دوسروں کو ٹھوکر کھا کر گرتے ہوئے پایا۔ "بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق۔ عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی"۔ حسن، شوخی، ادا و ناز فطرت کی طرف سے عنایت ہوا تھا فلمی لائن اختیار کرنے کے بعد رقص و نغمہ کی طرف متوجہ ہوئی اور ایک کامیاب رقاصہ و مغنیہ بن کر نکلی۔

ابتداً عمر اور سمجھ کے مطابق کمسن بچیوں اور سائیڈ اداکارہ کی حیثیت سے کام کرتی رہی لیکن جب خوابیدہ فتنے بیدار ہوئے۔ شباب و جوانی نے بلائیں لیں تو اندرا، اندر کی پریوں کو شرمانے لگی۔ چاند سا چہرہ گدرائے ہوئے جوبن کے ساتھ اٹھتی ہوئی جوانی کو دیکھ کر پرکھنے والی آنکھوں نے اس حشر مجسم کو دیکھا۔ یاران طریقت کی نیندیں حرام کرنے کیلئے اس کو مخصوص کردار دئے گئے۔ یہ فتنہ قیامت بن کر پردہ پر جلوہ فرما ہوا۔ گاؤں کی لڑکی، جاگیردار، ترسی بھگت، آنکھ کی شرم وغیرہ اس کی کامیاب تصاویر ہیں اور انڈسٹریل انڈیا (صنعتی ہندوستان) اس کی مائیہ ناز تصویر ہے۔

اس کی آئندہ تصویر راحت ہو گی جس کو کرتی پروڈکشن فلما رہی ہے۔ اس کی خانگی زندگی بہت پرسکون ہے اندرا اپنی موجودہ زندگی سے کافی مطمئن ہے۔ کشیدہ کاری سیر و شکار اور کتب بینی اس کے دلچسپ مشاغل ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس کو مچھلی کے شکار سے غیر معمولی دلچسپی ہے۔ کاش ہمارے دل پھینک نوجوان مچھلیاں بن سکیں ——؟

پشپا رانی

پشپا رانی کا اصلی نام رشیدہ ہے۔ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئی۔ انٹرنس تک تعلیم ہے۔ اس کا تعلق پنجاب کے ایک معزز پٹھان خاندان سے ہے۔ تمثیل اور اداکاری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ اور چاہتی تھی کہ کسی صورت اپنے حسن کی نمائش کر کے داد و تحسین حاصل کرے۔ لیکن اہل خاندان نے اس کے ارادوں اور آرزوؤں کی سخت مخالفت کی جس کی وجہ سے بہت دشواریاں اٹھانی پڑیں اور آرزوؤں کا خواب دھندلا نظر آنے لگا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری تکمیل ذوق کے لئے اپنی انتھک جدوجہد اور قابل داد قربانیوں کے بعد کامیابی حاصل کر لی۔ اس طرح ۱۵ر جولائی ۱۹۳۹ء کو رشیدہ' پشپا رانی بنکر میدان میں شریک ہو گئی ___ اور یہاں آکر رقص و موسیقی بھی سیکھ لی۔ اس میں کافی استعداد پیدا کر لی ___ نکھرا ہوا رنگ' برسات کی کالی گھٹاؤں جیسی زلفیں۔ اگر زلف بہ دوش ہو کر نکلے تو معلوم ہو کہ چاند گہن میں آگیا ہے۔ بلورین سینہ' نورانی جسم' "دلگیر" اور قیامت خیز چال آواز ایسی کہ بے ساختہ محبت کرنیکو جی چاہے۔ ان تمام حشر سامانیوں کے ساتھ ویرکیسری' تین سال بعد' ماتا اور جوش اسلام میں

سامنے کھڑی نہ رہ سکوں گی اس نے تو میرا خون ہی خشک کر دیا۔ اس منظر سے تمام لوگ بے ساختہ ہنس پڑے۔ اس فلمی مس کا یہ پہلا معشوقانہ وار تھا جو اسٹیڈیو پر پڑا اور کاری ضرب لگاتا ہوا اپنا کام کر گیا۔ وہ خود بھی بہت دیر تک ہنستی رہی لیکن رفتہ رفتہ جذبات شوق حیا پر غالب آ ہی گیا اور شرم کا پردہ کیمرے کی ضیا پاشیوں کے سامنے تار کتاں بن گیا۔

اس نے نیو تھیٹرز کے نشو ما یا اور دنیا پاؤنا میں کام کیا اس کے بعد چنڈی داس میں ہیروئن کا پارٹ اس کے سپرد کیا گیا جس میں اس نے اپنی کافر اداؤں، مدبھری سریلی آواز اور نغمۂ جاں فزا سے وہ بنگالی جادو پھونکا کہ تماشائی دل تھام کر مبہوت ہو گئے۔ اور اس کے نغمات روح پرور تھیٹر ہال سے بلند ہو کر گلی کوچوں اور بازاروں سے گونجتے ہوئے محلوں اور حویلیوں میں صدائے بازگشت پیدا کرنے لگے۔ حتیٰ کہ جھونپڑیوں اور کھیتوں کی سہانی فضا بھی ان سے مرتعش ہو گئی۔

اس کا جادو خیز گلا ہزاروں داد تحسین کے ہاروں کا مرجع بن گیا پھر اس نے دھوپ چھاؤں، ڈاکو منصور، اور دھرتی ماتا وغیرہ میں کام کر کے فلمی دنیا میں اپنی بے مثل اداکاری اور نشاط انگیز گانوں کا سکہ جما دیا۔

اس کی اداکاری نے ہندوستان کی صنعتِ فلم سازی کا معیار بلند کر دیا۔ جن فلموں میں کام کیا ہے ان کو یورپ اور امریکہ کا مدمقابل بنا دیا ہے۔ اس کی شکل و شباہت دل پسند اور دل کش ضرور ہے لیکن چہرے کے خدوخال کسی غازے سے بنگالیت کو چھپا نہیں پاتے ہیں اس کی فربہی دن بدن

FILMI-TITLIAN

Ratan Bai ☛

☚ Ragni

FILMI-TITLIAN

Lalita Power

Leela Bai

swarn Lata

بڑھ رہی ہے۔ وہ سوقیانہ چنچل اور شوخ پارٹ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تصنع اور بناوٹ سے دلی نفرت ہے ایک لڑکی کی ماں بھی بن چکی ہے سینے میں ایک مخلص اور محبوب دل رکھتی ہے۔ اس دل میں اب بھی محبت کی کسک پائی جاتی ہے۔ جب گاتی ہے تو محفل پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور سننے والے کا دل پکار اٹھتا ہے "گائے جا گائے.....!

ارونا دیوی

ایک بنگالی خاندان کی نورِ نظر ہے۔ نریندر ناتھ بوس آنجہانی کے گھر ۱۹۱۹ء میں کلکتہ میں پیدا ہوئی کلکتہ یونیورسٹی سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی۔ ارونا ایک ماہر رقاصہ ہے۔ جب ناز سے اسٹیج پر پیر رکھتی ہے تو نوجوان تھرا کر سینے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں ــــ رقص کرتے وقت اس کا ہر قدم نوجوان دھڑکتے ہوئے دلوں پر پڑتا ہے۔

یہ محبوبہ رقص و سرود و ملکہ حسن و جمال اپنے کمالات کی داد و تحسین حاصل کرنے کے لئے شوقیہ ۱۹۳۶ء میں پہلی بار بھارت لکشمی کلکتہ کے اسٹیج پر چمکی، اس کے بعد مختلف اسٹیڈیوز میں کام کیا اور ایک قابل اداکارہ ثابت ہوئی۔ لیکن یہ بنگالی تصاویر کی زندہ جاوید ممثلہ ہے۔ اردو فلموں میں بہت کم نظر آتی ہے۔

جادو نگری کلکتہ کی پرورش یافتہ اور بنگالہ کی فضاؤں کو مسحور کرنے والی یہ حسین ساحرہ بچپن ہی سے رقص و سرود میں غیر معمولی شہرت اور مہارت حاصل کر چکی تھی اس نے ابتک صرف دو اردو تصویروں میں کام کیا ہے "بیگلی" اس کا نہایت کامیاب شاہکار رہا۔ توقع

ہے کہ آئندہ یہ اردو تصویروں میں بھی نام پیدا کرے گی ——!

حسن ظاہری میں یہ حسین مجسمہ زہرہ کی تمثیل ہے۔ موٹر چلانا، رقص کرنا، اور تیرنا اس کے محبوب ترین مشاغل ہیں۔ اس کی تازہ ترین اور کامیاب تصویر جس نے غیر معمولی شہرت پائی وہ "راگنی" ہے جس کو مہیشوری پکچرز لاہور نے تیار کیا ہے۔

انیس خاتون

سنا گیا ہے کہ انیس ایک کانپوری سوداگر چرم کی دختر بلند اختر ہے کانپور ہی میں ۱۹۱۹ء میں پیدا ہوئی، پندرہ سال کی عمر میں ایک پولیس کے عہدہ دار سے اس کی شادی کردی گئی بچپن ہی سے رنگین مزاج واقع ہوئی تھی چنانچہ شادی کے بعد اس نے ایک دو مرتبہ اپنے شوہر سے فلم اسٹار بننے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہ ملی۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد جب نئی دلہن پرانی ہو چلی تو انھوں نے اسے ایکٹرس بننے کی اجازت دیدی۔ اجازت ملتے ہی اس نے سب سے پہلے اسٹار انڈیا فلم کمپنی سے اپنے روابط پیدا کئے اور پھر مسٹر کاردار کی مشہور فلم "باغی سپاہی" میں اپنے دل کے چھپے ہوئے بھید ظاہر کر گئے خانہ داری سے باغی لڑکی "باغی سپاہی" میں اداکاری اور موسیقی کے داؤ پیچ دکھانے لگی۔ یہ فلم کافی مقبول ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یوپی پولیس کی یہ انیس و جلیس فلمی دنیا کی مونس بن گئی۔

صاف و شفاف رنگ، کشادہ پیشانی پر کشش آنکھیں نرم و نازک کاندھوں پر دوپٹہ ڈالے اندر ان کے نیچے چھوٹا سا سینہ جس میں نغمات کا بے پناہ طوفان لئے جب یہ اسٹیج پر آتی ہے تو پولیس عہدہ دار تو کیا پبلک بھی

"باغی سپاہی" تصور کرنے لگی اس کے بعد سن رائز کمپنی میں چلی گئی اور یہاں اس نے بالترتیب کس کی پیاری"؟ اور "مان" میں کامیاب ایکٹ کیا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ موسیقار اچھی ہے یا ممثلہ؟ لیکن زیادہ تر یہ اپنی پیاری اور نزاکت آفرین آواز کی وجہ سے مشہور ہوئی۔ اس نے ایک ریکارڈنگ کمپنی سے معاہدہ کر کے کچھ عرصہ کام بھی کیا۔ اس نے رنجیت میں بھی کچھ عرصہ تک کام کیا۔ اور پھر شاید ریکارڈنگ میں مصروف رہی اس کے بعد یکایک "پڑوسی" میں نمودار ہوئی رنجیت کی یہ تصویر کافی کامیاب رہی اور اس میں انیس بھی ایک کامیاب اداکارہ ثابت ہوئی۔

فضلی برادرس کی شہرۂ آفاق فلم "معصوم" میں بھی اس نے قابلِ داد کام کیا ہے۔ "چورنگی" اور "گھروندہ" سے اس کی کافی شہرت ہو چکی ہے جو اس کی بالکل تازہ تصاویر ہیں۔

یہ عموماً ڈھیلے قسم کے لباس پہنتی ہے جو اس کو زیادہ خوبصورت اور دلپذیر ثابت نہیں کرتے اس کے برخلاف چست لباس میں جب یہ ملبوس ہوتی ہے تو غضب کی حسین اور محبوب معلوم ہوتی ہے۔ بیباک رفتار اور نازک اندام ہے۔ بالکل شاعرانہ قسم کی چال چلتی ہے۔ چشم بددور خود بھی شاعر ہے اور دعا تخلص کرتی ہے مغنیہ ممثلہ اور ساتھ ہی شاعرہ گویا سونے پہ سہاگہ۔

انیس ایک اچھی ایکٹرس سے زیادہ ایک اچھی مغنیہ ہے اور اپنی

موسیقی کی دادیں بہت سے طلائی تمغے بھی حاصل کر چکی ہے۔ کچھ دنوں فلمی دنیا سے لاپتہ سی رہی لیکن اب پھر عنقریب "عصمت" میں آرہی ہے۔

ثریا

فلمی دنیا میں اسم با مسمیٰ بیضوی چہرہ تیکھی چتون، ثریا جبین خمدار ابرو، گھنی زلفیں کشش انگیز آنکھیں، قدِ رعنا سارا بدن گویا نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا —————— اپنے اصلی نام سے ہی فلمی دنیا میں بھی مشہور ہے۔ ۳ جون ۱۹۲۹ء میں پنجاب کی راجدھانی لاہور میں پیدا ہوئی انٹرنس تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۵ مارچ ۱۹۴۱ء کو بے محابہ تاج محل پکچرس میں داخل ہو کر "اجالا" کی روشنی کے لئے پردۂ فلم پر جگمگائی۔

ثریا نے اب تک جتنی بھی تصویروں میں کام کیا ہے وہ ہر پہلو سے کامیاب رہی ہیں۔ اس کی مشہور تصویریں "تمنا" "تاج محل" "اسٹیشن ماسٹر" ہیں۔ اشارہ میں اس نے بحیثیت ہیروئن کے اپنے فطری رجحانات کی کامیاب نمائش کی ہے۔

اس نے بمبئی ٹاکیز سے ایک ۳ سالہ معاہدہ کرنے کے بعد کئی تصویریں فلمائی ہیں جن میں سے "اشارہ" اور "تاج محل" اس کے شاہکار ہیں۔ ان دونوں تصویروں نے اسے بام رفعت پر پہنچا دیا ہے۔ یہ معاہدہ اب ختم ہو گیا ہے اور ثریا کی آیندہ تصویر نیمس فلمز کی پیش کردہ "پھول" ہوگی۔

اتنی کم عمر میں ثریا نے جو کامیابی اپنے کردار اور اپنے حُسنِ خداداد سے پائی ہے اس نے بڑی بڑی کامیاب ممثلات کو شرما دیا۔

اس نے اپنے ذوق کردار کے جوہر دکھانے کے لئے فلمی زندگی اختیار کی تھی اور ہر فلم میں لاجواب اور نمایاں کامیابی کے باوجود ثریا اس زندگی کو بالکل غیر دلچسپ سمجھتی ہے۔ رقص اور پکّا گانا بخوبی جانتی ہے جس نے اس کو اور بھی یکّا کر دیا۔ ثریا سے آئندہ اردو فلمی دنیا کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔

انورادھا

لمبا چہرہ۔ خوبصورت گال ستاروں جیسی آنکھیں، حسین ابرو صراحی دار گردن۔ رس بھرے شاداب ہونٹ، ملائم ریشمی بال مثل سنبل آپس میں الجھے ہوئے۔ قدرےً کچھ کھوئی کھوئی سی نظر آتی ہے۔

انورادھا کا اصلی نام خورشید اختر ہے، یہ ایک مشہور راجپوت خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ ۱۹۲۳ء میں لاہور میں پیدا ہوئی ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ موسیقی سے فطری لگاؤ تھا جس نے بعد کو فلمی لائین اختیار کرنے کی ترغیب پیدا کی۔ علاوہ ازیں اپنی بہن زہرہ خاتون کی آنکھیں دیکھ چکی تھی جو بذات خود ایک مشہور اور کامیاب ممثلہ تھی۔ چنانچہ یہ اپنی بہن کی وساطت سے ۳۸ء میں امپریل اسٹیڈیو میں آگئی۔ ہونہار بروا کے چکنے پات۔ اس وقت مدر انڈیا فلمائے جانیکی کوشش ہورہی تھی — جس کو مسٹر ایرانی ڈائرکٹ کر رہے تھے۔ انہوں نے پہلی ہی نظر میں انورادھا کو بھانپ لیا اور اس کو ہیروین کا پارٹ دیا۔

چونکہ اداکاری اور حسن کاری سے فطری لگاؤ تھا کچھ عمر اور طبعیت کی موزونی نے اور بھی نمایاں کر دیا۔ "مدر انڈیا کے بعد" ایک ہی راستہ،

"اس کی بھول" "کلجگ" وغیرہ میں اپنی قابلیت کا مظاہرہ کرتی رہی پرانی فلائنگ رانی ایک ہی راستہ اور مدر انڈیا اس کی کامیاب تصاویر ہیں۔

"انور ادھا" فلمی زندگی کو صرف پسند ہی نہیں کرتی بلکہ اس کو یہ زندگی انتہائی محبوب بھی ہے موسیقی اور اداکاری اس کے بہترین مشاغل ہیں۔

انجلی دیوی

گول گول دل آویز چہرہ، خوبصورت ہونٹ، آنکھیں کشش انگیز سر و قد، بعض ادائیں جنت کے پھولوں سے زیادہ نازک اور دلکش ہیں۔

درگیش نندنی اس کا اصلی نام ہے۔ لیکن فلمی دنیا انجلی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

انجلی نے ۱۹۲۳ء میں کاشی کے ایک مشہور فارغ البال برہمن خاندان میں جنم لیا۔ خاندانی اعتبار سے۔ ہندی اور سنسکرت بچپن ہی میں پڑھی تھی اب اردو میں بھی بخوبی لکھ پڑھ لیتی ہے۔

ناولیں پڑھنا اور گانا بچپن ہی سے بہت مرغوب تھا اور اسی سلسلہ میں اداکاری سے دلچسپی پیدا ہو گئی اس دلچسپی نے رفتہ رفتہ شدت اختیار کی یہاں تک کہ ۱۹۴۱ء میں رنجیت موو ی ٹون میں شریک ہو گئی۔ اور بہت سی مشہور تصویروں میں کام کرتی رہی۔

پردیسی، کنوارا باپ، الجھن وغیرہ میں سائڈ ہیروئن اور ہیروئن کا کردار نہایت ذکاوت اور کامیابی کے ساتھ ادا کیا ہے۔ "پنر ملن" اور "پردیسی"، "کنوارا باپ" کو پبلک میں خاص شہرت ہوئی اور اس کے شاہکار ہیں

گانا بخوبی جانتی ہے اور اکثر اس سے کافی امداد ملتی ہے۔ اب بھی اداکاری کے بعد ناولوں کا مطالعہ اس کا مرغوب ترین شغل ہے۔ اس کی تازہ ترین تصویر آچاریہ پروڈکشن کی طرف سے "پرستان" ہوگی جو ابھی فلمائی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ اس میں انجلی ایک خاص انداز میں آئے گی۔

آشالتا

بمبئی کے مشہور خوجہ خاندان کی نور نظر ہے جس نے ۷ ار اکتوبر ۱۹۱۷ء کو مہر النساء بن کر جنم لیا لیکن فلمستان کی حکومت نے آشا لتا کے خطاب سے مخاطب کیا۔ اور اب اسی نام سے مشہور ہے۔

یہ خود ایک معقول تعلیم یافتہ خاتون ہے۔ فلمی دنیا سے بچپن ہی سے والہانہ رغبت رکھتی تھی۔ اور اس کے اس بے پناہ جذبۂ شوق نے جب عملی صورت اختیار کرنی چاہی تو دنیا کے عام دستور کی بموجب خاندان کے تمام افراد شدت سے مخالف ہو گئے۔ اعزاء اقربا نے شدید نکتہ چینی کی فلمی لائن کو عزت و ناموس کے دامن پر ایک بدنما دھبہ بتایا۔ لیکن آشا لتا نے اپنی ماں کو سمجھا پھسلا کے رام کر ہی لیا اور ماں کی مامتا سے فائدہ اٹھا کر ۱۹۳۴ء میں شکتی موی ٹون کے اسٹیج پر آ گئی اس کے بعد پھر کئی اور دوسری کمپنیوں میں کام کیا۔ پریم ویر اور ڈاکٹر دیپک اس کی کامیاب تصویریں ہیں۔ اس کا تازہ ترین فلم ستی انسویا ہے۔

اس حسینہ نے اپنی زندگی کو اجاگر کرنے اور اپنے شوق کی تکمیل کے لئے فلمی لائن اختیار کی تھی لیکن آج تک وہ کسی ایسی تصویر میں کام نہ کر سکی

جس سے غیر معمولی اور لافانی شہرت حاصل ہو سکتی۔ اس کی تازہ ترین تصویر انڈیا پکچرز کی "ستی انسویا" ہوگی۔ عمر کا کافی سے زیادہ حصہ اس تمنا میں ختم کرنے کے بعد بھی دلی آرزو کی تکمیل نہ ہو سکی تاکہ سکون و اطمینان ہوتا، یہ خلش اب تک آشا لتا کے دل میں ہے، ممکن ہے کہ آئندہ اس کی بجا آوری ہو سکے۔ جس کے لئے ساری دنیا سے بگاڑ کر کے اپنے من کی دنیا بسائی ہے۔

اس کے ہلالی ابرو خوبصورت سینہ، صاف پیشانی، کتابی چہرہ کے ساتھ ہی رفتار و گفتار سے بھی سلیقہ مندی ظاہر ہوتی ہے۔ کتب بینی اور سینما بینی اس کے خاص اور دل پسند مشاغل ہیں۔

برج رانی

عشاق کے خوابوں کی جیتی جاگتی تصویر، تصورات کی دنیا کا بہترین پیکر، نرم و نازک جسم، رخسارِ گلاب کے پھول، گیسو مجوبانہ، چمکدار دانت، خم دار کٹارسی بھویں، آنکھیں دو جام محبت، سینہ محشرستان، آغوش ایک کھلا ہوا پھول، بڑی چنچل اور شوخ و طرار، ہر وقت سیماب سا۔ پردہ فلم پر جب آتی ہے تو ایک بجلی سی کوند جاتی ہے۔ اس کی ہر مسکراہٹ پر دل چاہتا ہے کہ بس نثار ہو جائے۔

۱۴ جنوری ۱۹۲۱ء کا دن بلاشبہ ایک پربہار اور پرکیف دن ہوگا جب شکارپور (سندھ) کے ریگستان پر یہ ستارہ آفتاب بن کر چمکا۔

برج رانی جو اس نام سے فلمی دنیا میں بھی مشہور ہے۔ سندھ کے ایک مشہور اور باعزت ہندو خاندان کی تو نہال ہے۔ انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیمی لائن میں "استانی جی" بن گئی۔ لیکن شروع ہی سے فلم بینی کا خبط تھا۔ جس نے آگے چل کر والہانہ شوق کی صورت اختیار کر لی، اور رانی نے اپنے شوق اور دلی آرزؤں کو پھولتا اور پھلتا دیکھنے کے لئے ۱۹۳۶ء میں بے تکلف منروا میں شرکت کر لی۔ اور یہ غلط ثابت کر دیا کہ

تسکار پور میں احمق ہی پیدا ہوتے ہیں بلکہ وہاں بھی حسن کاروں کی کمی نہیں اب تک متعدد تصویریں فلمائی ہیں عورت اور الٹی گنگا میں سائڈ ہیروئن کا کام کیا اور ڈائر آف جنگل اور بھاگتا بھوت میں بحیثیت ہیروئن کے ایک ممتاز کردار پیش کیا ہے جو یقیناً قابل داد ہے۔ بھاگتا بھوت اس کی انتہائی کامیاب تصویر ہے۔

اس نے گانا فلمی لائن اختیار کرنے کے بعد سیکھا ہے۔ اور سنا ہے کہ ناچنا اب سیکھ رہی ہے ع۔ سر دوستاں سلامت تو خنجر آزمائی۔ ابتدائی دور میں برج رانی کو فلمی لائن میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سب پر حاوی ہوگئی اور اب تو یہ زندگی ماحصل زندگی بن گئی ہے۔ فلمی دنیا کو اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں پیرنا اور ناچنا اس کا خاص مشغلہ ہے۔

FILMI-TITLIAN

Mehtab

Durga Khote

Kusum Deshpande

FILIMI-TITLIAN

Sardar Akhtar

Monicka
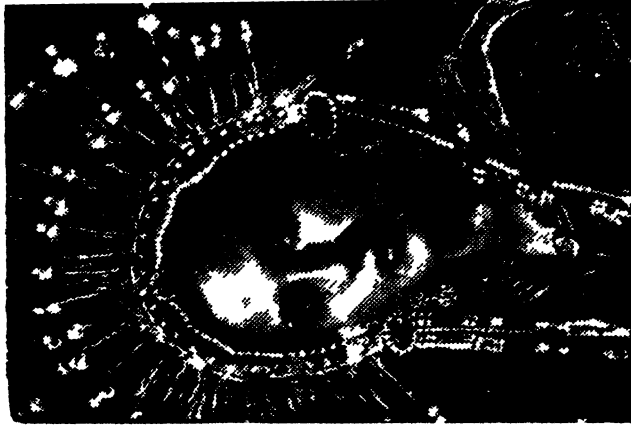
Raikumari

بینا پال

فلمی دنیا کا ایک تازہ شگوفہ جس کی خوشبو ابھی پریشان نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ بہت حد تک اپنے ہی دامن میں چھپی ہوئی ہے۔ مس بینا نے ہندوستان کے اس خطے میں جنم لیا ہے جسے نغمات کی جنت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ کلکتہ میں ۱۹۲۵ء میں ایک شریف بنگالی گھرانے میں پیدا ہوئی، مادری زبان کے علاوہ انگریزی سے بخوبی واقف ہے۔

مخمور اور مد بھری آنکھیں، دلربا پیشانی، پیارے پیارے رخسار بانکے چتون، سینہ فتنۂ قیامت سے بڑھ کر، بس بینا کو دیکھنے کے لئے چشم تماشائی چاہیئے۔

بنگال اپنے نغمہ و سرود کی وجہ سے عالمگیر شہرت رکھتا ہے اور وہاں کا بچہ بچہ موسیقی کا دلدادہ ہوتا ہے۔ بینا نے اسی خطۂ نغمہ نواز میں جنم لیا، آنکھیں کھولیں اور پروان چڑھی۔ پہلے تو ایک شریف بنگالی لڑکی کی طرح خانہ داری کی زندگی گزارتی رہی لیکن نغمات کی جو بجلیاں رگ وپے میں سرائت کر گئی تھیں ان کی ایک ہی چمک نے اس کو بیتاب کر دیا اور وہ یکایک ۱۹۴۳ء میں یونٹی پروڈکشن کے پردۂ سیمین سے چمک اٹھی۔

"بھگت کبیر" میں اس نے سائڈ ہیروئن کا بہترین کام کیا ہے اس کے بعد بھائی چارہ میں ہیروئن کے کردار کو نہایت کامیابی کے ساتھ پیش کیا اس کا یہ فلم عوام میں بہت مقبول ہوا۔ آیندہ اس سے فلمی دنیا کو بہت سی توقعات ہیں۔ چنیل سرما وگرما دیکھنے کے بعد بھی یہ ابھی ایک الھڑ لڑکی ہے جسے گانا اپنی جان کے برابر عزیز ہے اور شائد یہ بنگالی خمیر کا خاصہ ہے۔

کوشلیا دیوی

پردۂ سیمیں کی یہ نو شگفتہ کلی جس نے ۱۹۲۹ء میں جہان عالم اختر پیا کی رنگیلی نگریا لکھنؤ میں جنم لیا۔ ہندستان کے مشہور ڈانسر بچھو مہاراج کی لڑکی ہے جس نے بھرت ملاپ اور اجالا وغیرہ فلموں کے ڈانس مرتب کئے ہیں۔ ماہر فن باپ نے بچپن ہی سے اپنے حسب دل خواہ اسے رقص و سرود کی تعلیم دی۔ باپ کے کمال اور کاوشوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوشلیا سات سال کی عمر ہی سے پردہ پر جلوہ گر ہو کر اپنی معصوم اداکاری کے سلسلہ میں خراج تحسین حاصل کرنے لگی۔ کوشلیا کا شمار ان ایکٹرسوں میں ہوتا ہے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ اور جنہوں نے اتنی کم عمری میں رقص سرود میں ید طولی حاصل کر کے اپنی اداکاری کا سکہ فلم بین دلوں پر جما دیا۔

اس کا شفاف رنگ حسین پیشانی مخمور نگاہیں گول چہرہ گدرایا ہوا جوبن اٹھتی جوانی شوخ نگاہیں۔ اجتماعی طور پر جمال و حسن کا ایک ایسا نمونہ ہے جس کی ہر ادا "شوق" کو دعوت دیتی ہے۔

گلاب کے پھولوں سے زیادہ حسین رخسار۔ کنول کی پنکھڑیوں سے زیادہ نرم و نازک ہونٹ جو "لمس" کی گرمی قبول کرنے سے قبل ہی مرجھا جائیں۔

مشام جاں گیسو جو شب فراق کی طرح سیاہ و دراز ہیں۔ سینہ کے زیر و بم میں تمام ارغوانی کی سنی بدمستی آواز اس درجہ دلکش کہ جب الاپتی ہے۔ تو سننے والوں کے دل اور روح لذتوں کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اس کی حشر ساماں دوشیزگی کا خیال بھی انسان پر محویت کا عالم طاری کر دیتا ہے اسکرین پر جب اپنی حشر خیز اداؤں سے نمودار ہوتی ہے تو تماشائیوں کے دلوں سے الامان کی صدائیں نکلنے لگتی ہیں۔ اپنے اسی نام سے ۱۹۳۶ء میں پرنس موی ٹون میں ایک معصوم لڑکی کا کردار ادا کیا جسے بڑی مستحسن نظروں سے دیکھا گیا۔ اس کے بعد بمبئی ٹاکیز کی چند تصویروں میں اپنی ذہانت اور معصوم اداکاری کا مظاہرہ کرتی ہوئی نمودار ہوئی۔ اس چھوٹی سی عمر میں اپنے حسن شباب کے علاوہ ذوق کردار اور شوق نمود کی وجہ سے بہت جلد کامیابی حاصل کی جو بڑی بڑی جہاں دیدہ ایکٹرسوں کو نصیب نہ ہوئی۔ یہ ایک قلیل مدت میں درجنوں فلموں میں کامیاب کردار پیش کر چکی ہے سادھنا کا مرڈر ایک ہی راستہ۔ مالا گھر کی لاج۔ اسٹیشن ماسٹر۔ نرسی بھگت۔ بھرت ملاپ۔ رائے صاحب۔ سپنا۔ اسکول ماسٹر اور برات اس کی کامیاب فلمیں ہیں جن میں اس نے اہم اور ممتاز کردار ادا کئے ہیں۔ ان میں سے اسٹیشن ماسٹر گھر کی لاج اور ماروی پبلک میں بہت مقبول ہوئے بالخصوص گھر کی لاج اس کا شاہکار کہا جا سکتا ہے ـــ نقادان فن کا خیال ہے کہ اگر اسے کسی کامیاب ڈائرکٹر کے زیر ہدایات کام کرنے کا موقع ملا تو اس کے ذریعہ فلمی دنیا کی بہت سی آرزوؤں کی تکمیل ہو جائے گی۔ کوشلیا حسین و جمیل

ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ خلیق ذہین، بے حد بے تکلف اور ملنسار واقع ہوئی ہے۔ اس سے ایک بار تعارف حاصل کرنے کے بعد اس کی یاد کو فراموش کرنا آسان نہیں۔

رقص موسیقی اور فن اداکاری سے دلچسپی کے علاوہ کتب بینی اس کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ ان خصوصیات کے مدنظر اس کا مستقبل کافی روشن نظر آرہا ہے۔

ستارہ

اسکرین کا یہ چمکدار ستارہ ۱۹۱۹ء میں پریم پربت نیپال کی جنت نظیر وادی گڑھوال کے آسمان محبت پر طلوع ہوا آجکل یہ شوخ طرار اور چنچل اداکارہ ورقاصہ جس کی ضوفشانیوں سے پردہ سیمین چمک رہا ہے بچپن ہی سے نہایت تیز اور چنچل واقع ہوئی تھی فلمیں دیکھنے کے بعد اس کے دل میں خود بھی اسی طرح اداکاری کرنے کا شوق انگڑائیاں لینے لگا۔ یہ شوق رفتہ رفتہ عشق کی حد تک پہنچ کر ایک جنون بن گیا اور اس جنون کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے ذوق مجنونانہ کی تکمیل کیلئے الھڑ اداؤں اور معشوقانہ انداز کے ساتھ سب سے پہلے ۱۹۳۲ء میں ترلوک سینے ٹون کے فلم (عورت کا دل) میں اپنی پازیب کی جھنکار کے ساتھ ساحرانا انداز میں رقص کرتی ہوئی اپنے بیتاب شوق کو لئے ہوئے فلمی دنیا پر اپنے حسین جوہر دکھلاتی ہوئی پوری تابانی کے ساتھ روشن ہوئی ستاروں کی طرح روشن آنکھیں جن کی چمک آنکھیں ملتے ہی دل میں اتر جائے۔ حسین چہرہ محبوب خدوخال تارے کی طرح جھلملاتے ہوئے حسن کی ایک مجسم مثال ہے۔

ہنستی ہے تو بجلیاں گرنے لگتی ہیں جب یہ چلتی ہے تو ہزاروں قیامت خیز

فتنے اپنی چال سے بیدار کرتی ہوئی چلتی ہے۔ پیدائشی رقاصہ ہے اسے پردہ سیمین کی شوخ ترین پری کہا جا سکتا ہے۔ رقص کرتے ہوئے جب دلفریب انداز سے جسم کو تھر کا کر آنکھیں چار کرتی ہے تو راتوں کی نیندیں حرام ہونیکا سامان مہیا کر دیتی ہے۔

جب اپنی کافر اداؤں اور دلگیر انداز وادا کے ساتھ الھڑ ادائیں اور قیامت خیز انداز میں پردہ سیمین پر جگمگاتی ہوئی آتی ہے تو اس کا دلفریب حسن آنکھوں میں چکاچوند اور دل میں ایک کسک پیدا کر دیتا ہے۔ اس وقت یہ نہ صرف فلمی مناظر پر بلکہ دلوں پر بھی چھا جاتی ہے اس کے چھوٹے سے سینہ میں ایک ننھا سا محبت بھرا مضطرب دل ہے اور فلمی محبت کے ساتھ زندگی کی عملی محبت میں بھی ایک طناز معشوق کا کامیاب پارٹ ادا کر سکتی ہے۔ جیسے ایک رنگین تتلی کبھی ایک پھول کی پنکھڑی پر نظر آتی ہے اور کبھی دوسرے پھول کا منہ چومتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح تارہ کبھی ایک کی آرزوں کا مرکز بنتی ہے تو کبھی دوسروں کی تمناؤں کا مدفن۔ لیکن آجکل تارہ کے کرم کا سورج مسٹر نظیر کی بخت افروزی کر رہا ہے یہ ایک رنگین طبع سوسائٹی گرل ہے اس لئے دنیا کی تمام رنگینیوں پر فریفتہ رہتی ہے۔ اور ہر سوسائٹی کو اپنانا اپنا نیچرل حق سمجھتی ہے۔ ۱۹۳۳ء میں اس نے پہلا قدم وادی شباب میں اور دوسرا فلمی دنیا میں رکھا۔ (عورت کا دل) کی مقبولیت اور مسٹر محبوب کی نگاہ التفات نے اسے ساگر موویٹون کی تصویر الہلال کیلئے منتخب کیا۔ اور اس میں اسے ایک ایسا کردار دیا جو اس کی طبیعت کے

عین مطابق تھا۔ اس کے بعد وطن میں اسنے ایسی شاندار تمثیل نگاری پیش کی کہ جس سے ستارہ کا نام بچہ بچہ کی زبان پر آگیا۔ اس کے بعد اس نے "اچھوت" "آج کا ہندوستان" "سوسائٹی" "پوجا" "روٹی" "گورکھ آیا" "نجمہ" وغیرہ میں اپنے کردار کو نہایت کامیابی سے ادا کیا ۱۹۳۸ء میں اس نے گوہر گولڈ میڈل بھی حاصل کیا اس کی تازہ ترین فلمیں۔ "اندھیرا" "کلجگ" "دکھ سکھ" "بھلائی" "نمستے" "چھیڑ چھاڑ" اور "سوامی" "میں وطن" اور "پوجا" اس کے شاہ کار ہیں۔

یہ صرف ایک شوخ رقاصہ ہی نہیں بلکہ ایک نہایت کامیاب ممثلہ بھی ہے یہ اپنے پارٹ کو خوب سمجھتی ہے اور اس میں غرق ہو کر مناظر پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ بڑی بڑی ماہر فن ایکٹرس منہ دیکھتے رہ جاتی ہیں۔ ستارہ ان چند اسٹارس میں ممتاز حیثیت رکھتی ہیں جو اداکاری موسیقی اور رقص میں یکساں مہارت تامہ رکھتی ہیں۔ اس کی پازیب کی ایک جھنکار اس کے کردار کی ادائیں اور اس کے نغمات کی سحر انگیزیاں اگر یہ مقدرت رکھتی ہیں کہ وہ نوجوان دلوں کو زندہ درگور کر دیں تو ایک ایسی ہستی بھی ہے کہ جس کے تیر نگاہ کی یہ خود بھی شکار ہے اور یہ ہیں مسٹر نذیر "کلجگ" کے داتا۔

یہ اپنی پرائیویٹ زندگی میں نہایت بے تکلف اور ایک شوخ سوسائٹی گرل نظر آتی ہے۔ رقص و سرود اور شناوری اس کے دل پسند مشاغل ہیں۔ ایک چنچل اسپورٹنگ گرل!

شمیم

نیلی آنکھیں خوبصورت ابرو۔ تیکھے چتون۔ دلربا پیشانی، پیارے رخسار پھول سا چہرہ جسم خوبصورتی کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ بیس گرما و سرما دیکھنے کے بعد بھی سینہ کا نشیب و فراز یہ کہہ رہا ہے کہ "ابھی تو میں جوان ہوں"۔

اس کا اصلی نام شمیم لودھی ہے ۱۹۲۵ء میں لاہور میں ایک تاجر خاندان میں پیدا ہوئی انٹرنس تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے دلی ذوق کی تکمیل کے لیے ۱۹۴۹ء میں شوری کے عملہ میں شریک ہو گئی آجکل رنجیت کی ممتاز ترین ممثلہ ہے یہ بیس سالہ حسینہ گویا جوانی کی راتیں مرادوں کے دن بسر کر رہی ہے۔ چلتی ہے تو نسیم کی سی نزاکت کے ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسم نازک کی ہر ادا شاعری کر رہی ہے اور اس کا ہر قدم کسی شاعر کے دھڑکتے ہوئے دل پر پڑ رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ ایک ایسا ناوک ہے جو دم بھر میں دل شکار کرے۔ ہوائے نسیم کے جھونکے لہلہاتے ہوئے گلشن کی فضا کو معطر کرتے ہیں لیکن ایکٹرس شمیم کے جلوؤں کی ضیا پاشیاں اور شوخ ادائیں دل کے غنچے کھلاتی ہیں یہ الھڑ حسینہ ہمیشہ جوانوں کے جذبات سے کھیلتی رہتی ہے۔ اسے پر ارمان سینوں سے جوان دلوں کو شکار

کرنے کا ڈھنگ خوب معلوم ہے۔ یہ سیماب پا ہر وقت پارے کی طرح سے بیقرار رہتی ہے۔ اس کا حسن اضطراب اور چنچل ادائیں بوڑھے دلوں میں بھی جوانی کی بے قرار سنسنی پیدا کر دیتا ہے۔ کنیا دان' جادو کا شہر' باغی' رسالدار' طوفان میل کی واپسی' ڈھنڈھورا' مہمان' پیاس' اور پردیسی۔ اس کی مشہور فلمیں ہیں۔

اگرچہ عام طور پر اس کا شمار ملک کی اچھی ایکٹرسوں میں نہیں کیا جاتا ہے لیکن پھر بھی یہ ایک مخصوص طبقہ میں کافی ہر دلعزیز ہے۔ راہ گن' کنیا دان' اور فریاد اسکی تازہ ترین تصویریں ہیں۔ کالیداس اور بانسری میں اس نے نمایاں کردار پیش کیا ہے۔ بانسری اس کا شاہکار ہے اگر ہدایت کار کی توجہ اس پر مرکوز رہے تو یہ جذباتی کیرکٹر کو بڑی خوبی سے ادا کر سکتی ہے۔

جیسے بہت سے لوگ اس سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ خود بھی دنیا کی بہت سی چیزوں سے دلچسپی رکھتی ہے۔ گانا۔ فلم دیکھنا۔ اور اداکاری اس کے محبوب مشغلے ہیں۔

●

لیلا ڈیسائی

حسین بیضوی چہرہ، نرگسی آنکھیں، گلاب کے پھول جیسا رنگ، نازک اندام، اُبھرا ہوا بلورین سینہ، پیاری اور مدبھری آواز، بانکی چتون، خوبصورت زلفیں، اس کا شمار حسین ایکٹرسوں میں ہوتا ہے۔ نسیم صبح کی طرح چلتی ہے، اور شاخ گل کی طرح جھومتی ہے۔ یہ گلشن حسن و شباب کا ایک شاداب اور دلکش پھول ہے۔ لیلا ڈیسائی پہلی ہندوستانی مثلہ ہے جو ہندوستان سے دور، نئی دنیا کے مشہور شہر نیویارک میں پیدا ہوئی ہے۔ اس کے والد مسٹر یو۔ پی۔ ڈیسائی وہاں پریکٹس کرتے تھے ماں کا نسب ڈاکٹر ٹیگور آنجہانی سے ملتا ہے۔ یہ ابھی جوان ہے اور بلاشبہ جوانوں کے دل کی ملکہ بھی کہی جاتی ہے لیکن پھر یہ ایک معمہ ہے کہ اس کی عمر کیا ہے۔ قیافے سے آپ خود اہ کچھ بھی مقرر کرلیں ورنہ صحیح عمر معلوم ہونا دشوار ہے۔ فلمی مسوں کی عمر اگر طشت از بام ہو جائے تو ان کی ہر دلعزیزی میں ذرا فرق آنے لگتا ہے۔ غالباً "لیلا" اس راز سے واقف ہے۔

اس کی طبیعت کچھ فطرتاً فنون لطیفہ اور بالخصوص رقص کی جانب بچپن ہی سے بیحد مائل تھی۔ اس پر امریکہ کی آزاد خیالی، روح پرور پرکیف

ماحول اور فضاؤں نے چار چاند لگا دئے۔ اس کے والد نے امریکہ سے واپس آنے کے بعد کلکتہ کے ایک اسکول میں داخل کرا دیا۔ یہاں اس نے انٹرمیڈیٹ تک تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی ساتھ رقص بھی سیکھا۔ شباب کے اولین دور پر پہنچتے پہنچتے اپنے شباب کی رنگینیوں کے ساتھ فنون لطیفہ کی رنگینی بھی اس میں پیدا ہو چکی تھی۔ کچھ دل پھینک نوجوان اس کے اٹھتے ہوئے شباب پر فریفتہ تھے۔ رقص پر مرنے والوں کی تعداد بھی کم نہ تھی اس نے قدیم رقص سیکھنے کے لئے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا سفر کیا اور بالخصوص جنوبی ہند میں رہ کر اس نے کافی محنت کی۔ اس کا شمار اس وقت ہندوستان کی صف اول کی رقاصاؤں میں ہوتا ہے۔ دنیا کے مشہور رقاص اودے شنکر ایک بار اس کا رقص دیکھ کر مبہوت و مسحور ہو کر رہ گئے اور زبان سے ایک لفظ کہے بغیر اپنی حیرت زدہ نظروں اور وجدانی کیفیات سے اس کے کمال فن کی داد دیتے رہے۔

جس طرح گلزار رقص و سرود کی یہ خوبصورت تتری اپنی تمام و کمال نزاکت آفرینیوں اور حسن پاشیوں سے داد رقص دے رہی تھی وہ ایسی نہ تھیں کہ نقادان فن کی نگاہیں اس کی طرف نہ پڑتیں۔ چنانچہ مسٹر ہیم چندر (نیو تھیٹر کے ڈائرکٹر) کی بالغ نگاہیں اس پر پڑیں اور اس کی فن کاری کی اداؤں میں اسیر ہو کر رہ گئیں۔ مسٹر چندر نے اسے پردہ پر لانا چاہا لیکن جب "لیلا" کو یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہہ دیا کہ اس کا اختیار میرے والدین کو ہے۔ ان سے اجازت لی جائے دل کی لگی بری ہوتی ہے

ہیم چندر کے دل کو بھی اس کی ادائیں بھا گئیں تھیں۔ انھوں نے لیلا کے والدین سے اپنی تمنا کا اظہار کیا اور چاہا کہ یہ نور کی تپلی اپنی نازک اداؤں کے ساتھ پردہ سیمین پہ حاضر ہو کر عوام سے داد حاصل کرے مگر ہیم چندر کی محنت رائیگاں گئی۔ ع

اک ترے نقش پا کے سجدے نے کیا کیا ذلیل

میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

لیلا کلکتہ سے دہلی جا کر لیڈی ارون کالج میں داخل ہو گئی۔ اور پھر لکھنو چلی گئی لیکن ہیم چندر کے جی کو بہت بری لگی ہوئی تھی وہ ماہ دسمبر بنکر اپنی جنوری کا پیچھا کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ جیسے بھی ہو اس حسین گڑیا کو پردہ سیمین پر اٹھا ہی لائیں گے۔ انہوں نے اس بلبل کو جال میں پھانسنے کیلئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن ہمیشہ بیچارے کو مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ایک دن انہوں نے بڑی جرات اور ہمت سے کام لے کر آخر خود ہی اس بلبل شیریں نوا کو پردہ سیمین کے سبز باغ دکھائے۔ دولت اور عورت جب آنا چاہتی ہے تو پر لگا کر آتی اور جب جانا چاہتی ہے تو بھی اس کے پر لگ جاتے ہیں القصہ ہیم چندر کی محنت ٹھکانے لگی اور "لیلا" ان کے جال میں پھنس گئی۔ اب رہ گیا والدین کو راہ پر لانے کا سوال تو ایک مغرب زدہ سوسائٹی گرل کے لئے یہ کون سا مشکل کام ہو سکتا ہے۔ جب "سب کچھ ٹھیک ہے" کا سگنل ہوا تو دنیا نے اس مغرب زدہ کو سب سے پہلے پریزیڈنٹ میں پردہ سیمین پہ جگمگاتے ہوئے دیکھا۔

اب لیلا ایک مشلہ تھی اور وہ بھی ایسی مشلہ کہ جس کی ایک جنبش ابرو ہزاروں دلوں پر چھری پھیر دے اور اس کی ایک مسکراہٹ مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس قدر چمکی کہ اس کی تابانی سے پردۂ سیمین منور ہو گیا۔ اور یہ خود فلمی دنیا کا ایک درخشاں تارہ بن گئی۔

اسے فلمی لائن میں آئے گو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے لیکن امید ہے کہ آئندہ یہ اور بھی ممتاز اور ہر دلعزیز بنے گی۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے متعدد فلموں میں جس قدر کامیابی سے اپنے کردار کو پیش کیا ہے اس نے بڑی بڑی کہنہ مشق اداکاروں کو نیچا دکھا دیا۔ اس کی اداکاری آرٹ کا بے نقص نمونہ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق بعض اوقات بڑی بڑی پر لطف افواہیں پھیلتی رہتی ہیں کچھ عرصہ ہوا یہ خبر گشت لگا رہی تھی کہ "لیلا" کسی خوبصورت متمول نوجوان کو دل دے بیٹھی ہے۔ لیکن جب "لیلا" سے اس کی تصدیق چاہی گئی تو اس نے کہا کہ "ایسا نہیں ہوا ہے لیکن ایسا ہو سکتا ہے" دیکھئے کون ایسا ہو سکتا ہے؟

اس کی کامیاب اور قابل دید تصویریں دشمن۔ نرتکی۔ کپال کنڈلا اور تمنا ہیں۔ جن میں اس نے ہیروئن کا پارٹ کیا ہے۔ "دشمن" اس کی شاہکار تصویر ہے۔

یہ فلمی زندگی کو بہت پسند کرتی ہے۔ قدرتی مناظر کی سیر و تفریح رقص و سرود اور مطالعہ اس کے محبوب شغل ہیں۔

لیلا مصرا

لیلا وتی ۱۹۱۸ء میں ضلع غازی پور (صوبۂ متحدہ) کے ایک زمیندار خاندان میں پیدا ہوئی۔ بچپن ہی سے فلم بینی کا بیحد شوق تھا۔ اور رفتہ رفتہ اس شوق نے دل میں گھر کر لیا اور یہ شوق والہانہ عشق کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ اس کی تعلیم مڈل تک ہے ہندی، اردو اور انگریزی میں اچھی خاصی استعداد ہے۔ اس کے شوہر کا نام رام پرشاد مصرا ہے۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اس نے اپنا نام "لیلا مصرا" رکھا اور اب اس نام سے یہ فلمی دنیا میں مشہور ہے۔ شروع میں اس کو فلمی دنیا میں داخلہ کے لئے بڑی بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ لیکن یہ اپنی دھن کی پکی تھی بالآخر اپنے شوق کی تکمیل کے لئے بڑی مشکلات کے بعد ۱۹۳۵ء میں کولھاپور سنے ٹون میں شریک ہو گئی۔

مشرقی تہذیب و تمدن کے گہوارے میں پلنے والی یہ حسینہ ایک حسین و جمیل مورتی ہے۔ خوبصورت زلفیں، افغانی بادام کی سی آنکھیں، سرو قد، ہلال پیشانی، کنول کے پھول جیسا رنگ کشادہ سینہ۔ بھرے ہوئے بازو پاکدامن، شریف النفس، حق گو اور حق پسند مشلہ ہے جس کی بے باکانہ ادائیں اگر ایک طرف نوجوانوں کے سمند شوق پر تازیانے کا کام کرتی ہیں تو

دوسری طرف اس کی نکتہ چینیاں اور حق گوئی فلمی دنیا کے نا عاقبت اندیش بوالہوسوں کے دلوں میں سنسناہٹ اور لرزہ پیدا کر دیتی ہیں۔

اس کی مشہور تصویریں گنگا اوتارن، ہونہار، کسی سے نہ کہنا، خاموشی قیدی، ماسٹرجی، انگوٹھی، اشارہ، وِش کنیا، مسکراہٹ وغیرہ ہیں۔ قیدی اور چترلیکھا اس کے شاہکار ہیں عنقریب اکبر اعظم میں نمودار ہو رہی ہے گزشتہ سال اس نے فلمی دنیا کے عیوب اور بداخلاقیوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ایک سنسنی خیز مقالہ سپردِ قلم کیا تھا جس نے فلمی دنیا میں ایک ہلچل مچا دی تھی۔ یہ مقالہ اس مسابقتی اساس پر لکھا گیا ہے کہ "فلمی لائن میں صرف وہی خواتین عزت و شہرت اور ترقی حاصل کر سکتی ہیں جو ڈائرکٹر اور دیگر ذمہ داران فلم کی جائز اور ناجائز خواہشات کو بے چوں و چرا پورا کرتی رہیں"۔ یہ نہایت منکسر المزاج، خلیق اور متواضع واقع ہوئی ہے۔ پہلے اسے فلمی دنیا سے بےحد دلچسپی تھی، لیکن اب وہاں کی نفس پرستی اور ہوس رانیوں کو بچشم خود دیکھنے کے بعد اس کی بداخلاقیوں سے بہت کبیدہ خاطر ہے اور اب فلمی دنیا سے کچھ نفرت سی محسوس کر رہی ہے۔ کاش شریف بہو بیٹیاں اس کے خیالات سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں جس کی کوئی امید نہیں سینما دیکھنا، اور موسیقی اس کے محبوب مشاغل ہیں۔

FILMI-TITLIAN

Sadhona Bose

Manjula

Sumatra
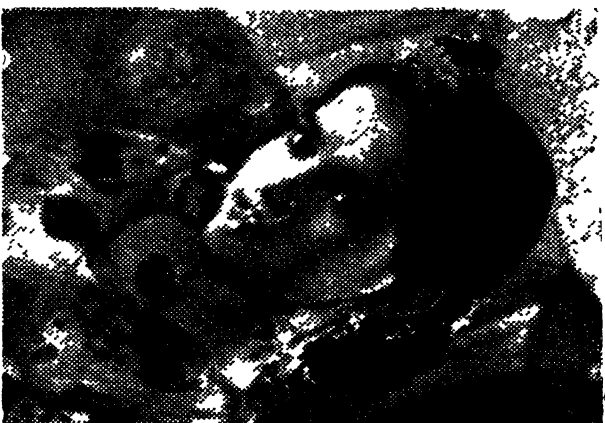
Radha

نورجہاں

نورجہاں ۱۹۲۵ء پنجاب کے مشہور ضلع قصور میں پیدا ہوئی۔ اور طوائفیت کی آغوش میں آنکھ کھولی ۔ بچپن ہی سے موسیقی کی طرف رجحان پیدا کیا گیا جس کی انتہائی ارتقائی صورت میں اب موجود ہے۔ میانہ اندام۔ گداز جسم، شوخ غلافی آنکھیں، عضو عضو میں بجلیاں سی پوشیدہ معلوم ہوتی ہیں۔ کٹار سے ابرو، حسین پیشانی، ملاحت خیز رنگ، طوائفیت کے آغوش میں پلی بڑھی اور پروان چڑھی لیکن شکل وصورت کے بھولے پن سے ایک شریف کالج گرل معلوم ہوتی ہے۔ اس کا بھولا پن ہی اس کا سب سے بڑا ستم ہے۔ گو مجموعی طور پر حسن وصورت میں کوئی خاص جاذبیت نہیں ہے پھر بھی "جاں نثاروں" کی کمی نہیں ہے۔ جب آٹھ سال کی تھی تو لاہور کی ہیرا منڈی کی گلیاں اس کی سریلی آواز اور پازیب کی جھنکار سے گونجتی رہیں لیکن اسے بخت افروزی کا کہئے یا یار لوگوں کی خوش بختی یہ بلبل ابھی بچی ہی تھی کہ اپنی ماں کی وساطت سے فلم لائن میں آپھنسی۔ یہ اپنے ملنے والوں سے بڑی بے تکلفی سے پیش آتی ہے۔ مزاج میں بلا کا الھڑ پن ہے جس سے شائد کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا ہوگا۔ رقص وموسیقی تو گھٹی میں پڑی تھی۔ ۱۹۳۳ء میں اپنی والدہ کے

ایما اور اپنی شہرت کے خیال سے میڈن تھیٹر میں شریک ہوئی "ہیر سیال"
میں اس نے بے بی نور جہاں بن کر کام کیا ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ عمر کے
ساتھ حسن و شباب کی امنگوں میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ اور وہ بے۔ بی سے
بی بی نور جہاں بن کر بہت سے جوانوں کا مرکز خواب بن گئی۔ اور "دل
والوں کے زخمی دلوں پر اپنے عشوۂ ناز سے ناوک فگنی کرنے لگی" شیشی ہوئیں
اور گل بکاؤلی میں اپنی کامیاب معصومانہ اداکاری کے جوہر دکھائے ہے۔
بعدازاں "چودھری" "یملا جٹ" اور خاندان میں نمودار ہوئی۔
یہ المیہ اور دردناک گیت بڑے رقت انگیز اور پرسوز طریقہ سے
گاتی ہے۔ یملا جٹ اور خاندان میں اس نے شریف گھریلو لڑکی کا پارٹ
نہایت کامیابی سے پیش کیا ہے۔
خاندان اس کا سو فیصد کامیاب فلم کہا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ
گل بکاؤلی، چودھری ہیر سیال۔ نوکر، دوہائی اور محبت میں اس نے کامیاب
تمثیل پیش کی ہے۔
کچھ عرصہ ہوا کہ یہ سننے میں آیا تھا کہ بے۔ بی سے مس بننے والی
نور جہاں نے کسی مالدار نوجوان سے شادی کرلی ہے لیکن اس کے بعد
یہ افواہ پھیلی کہ وہ صرف عارضی شادی تھی اور طلاق ہو گئی۔
اس کی تازہ تصویریں نوکر اور دہائی ہیں گو اس کو فلم لائن میں
ابھی زیادہ مدت نہیں گزری ہے۔ امید ہے کہ یہ آیندہ بہت کامیاب
ممثلہ ثابت ہو گی۔ آج کل ڈائریکٹر شوکت حسین کی زوجیت کا

پارٹ ادا کر رہی ہے اور نتیجتاً ایک سعادت آثار کی والدہ بن چکی ہے۔
کروشیا کا کام اور عمدہ کھانے پکانے اور کھانے کی شوقین ہے۔

نلینی جیونت

نوخیز، بت رعنا، آہو چشم، شگفتہ رو، لالہ رخسار، سیمین بدن، شکریں لب، نازک کمر حسن وجمال کا ایک ایسا مجسمہ جس کی مثال کم ملتی ہے بہت غور وفکر اور سمجھ بوجھ کے بعد اپنا رول ادا کرتی ہے۔ اس بیفکری کی عمر میں اتنی مکمل اداکاری یہ "نلنی" ہی کا کام ہے۔ یہ ایک مقناطیسی مثلہ ہے جس کی طرف ہر نوجوان دل اس طرح کھنچتا ہے جیسے اژدہے کے منہ میں کبوتر۔ نلنی پردے پر جب دلفریب اور زہد شکن اداؤں کے ساتھ جلوہ فرما ہوتی ہے تو تماشائی پلک جھپکانا بھی بھول جاتے ہیں۔

اس فلمی پری کا اصلی نام نلنی پرشوتم جیونت ہے لیکن فلمی دنیا میں صرف نلنی جیونت کے مختصر ومحبوب نام سے مشہور ہے۔ انگریزی، اردو، گجراتی، مرہٹی اور ہندی سے بخوبی واقف ہے باپ ایک سرکاری عہدے دار تھا بیٹی لوگوں کے دلوں پر حاکم ہے۔ فلمی دنیا میں آنے سے قبل ہی یہ حسینہ رقص وسرود میں درک رکھتی تھی اور اپنی جوان کافر اداؤں سے فتنے پیدا کرنے میں ماہر تھی۔ یہ جنت نگاہ اور فردوسِ گوش دوشیزہ جو فلمی دنیا سے بہت دور تھی یکا یک خوش طوار اور شگفتہ ومثلہ بن کر پردہ سیمین پر کیوں کر جلوہ نما ہوگئی یہ ایک دلچسپ کہانی ہے

ایک مرتبہ مسٹر چمن لال ڈیسائی اور ان کے ہونہار سپوت مسٹر وریندر ڈیسائی
ایک فلم دیکھنے گئے خوبصورت پھول اور حسین دوشیزہ چھپائے نہیں چھپتے حسن
اتفاق کہ "نلنی" بھی سینما آئی ہوئی تھی ان دونوں باپ بیٹوں کی نظر ایک ساتھ
نلنی پر پڑی جو اپنی تمام ساتھ کی عورتوں میں چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہی
تھی۔ دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا' اور پکار اٹھیں کہ اگر یہ چودھویں کا چاند
پردہ سیمین سے اپنی نور افشانی کرے تو یقیناً پردۂ سیمین عالمتاب بن جائے گا
اور فلمی دنیا جگمگا اٹھے گی۔ خیالات کی دنیا رنگ برنگ کی تصویر دکھلا رہی تھی
کہ شو ختم ہو گیا اور ان کے خیالات کا سورج بھی چھپ گیا۔ اتفاق کہئے یا
ہندستانی فلموں کی خوش نصیبی کہ وریندر ڈیسائی صاحب کی ملاقات نلنی جیونت
سے ایک روز شوبھنا سمرتھ کے مکان پر ہو گئی اور ان کی خواہش پر شوبھنا نے
انھیں نلنی سے متعارف بھی کرا دیا۔ تعارف حاصل کرنے کے بعد وریندر کو
معلوم ہوا کہ یہ شوبھنا کی ایک رشتہ دار ہے . . . .

. . . . انہوں نے دوران گفتگو میں نلنی سے دریافت
کیا کہ آپ فلمی لائن میں آنے کے لئے تیار ہیں؟ نلنی کی گویا منہ مانگی مراد بر آئی۔
لیکن اس نے جواب دیا کہ میں خود فلمی لائن پسند کرتی ہوں اور مجھے ایکٹرس
بننے میں کوئی اعتراض نہیں ہے بشرطیکہ میرے والدین مجھے اجازت دیدیں۔
وریندر ڈیسائی نے بڑی کوششوں کے بعد اپنے انتہائی اصرار سے نلنی کے والدین
کو راضی کر لیا۔ اور اسے اپنی فلم "رادھیکا" میں ہیروئن کا پارٹ سپرد کر دیا
جب پہلی مرتبہ یہ پردۂ سیمین پر فلم بین طبقے کے سامنے آئی ہے تو بجلی اس

نئے ستارے کو دیکھ کر مبہوت ہو گئی۔ اور سینکڑوں سینے دلوں سے خالی ہو گئے۔
اس پر بے پناہ محبت کے پھول برسائے گئے۔ اس کے بعد یہ نردوش بہن اور
آنکھ مچولی میں نمودار ہوئی۔ ان فلموں میں اس نے قابل قدر کام کیا ہے
آنکھ مچولی اس کا شاہکار ہے۔

جب یہ ہنستی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنگل کی تازگی میں جان پڑ گئی
اور نوشگفتہ کلیاں پھول بن کر رخساروں کی صورت میں مبدل ہو گئیں نلنی
جیونت نے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے مسٹر نیندر ڈیسائی سے "دل مچولی" کھیلنا
شروع کر دیا۔ اور یہ کھیل اب باقاعدہ شادی کی کمپنی سے فلمایا جا کر زندگی
کے پردے پر دکھلایا جا رہا ہے۔ یہ ایک بچے کی ماں بھی بن چکی ہے۔ شاوری
اور گھریلو کاموں سے اسے بیحد دلچسپی ہے۔

مایا بنرجی

اصلی نام رمولا بنرجی ہے۔ لیکن فلمی دنیا میں مایا بنرجی کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۱۴ء کی عالمی جنگ کے ہنگاموں کے درمیان مسٹر انل کمار کے گھر میں جنم لیا۔

یہ حسن ملیح کا ایک دلفریب نمونہ ہے اپنی خواب آلود آنکھوں سے جب کسی طرف دیکھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تفسیر حیات پڑھ رہی ہے۔ نرم و نازک جسم، سڈول نرم و گداز بانہیں۔ آواز دلکش، سرو قد، پیارے پیارے ہونٹ، صورت نہایت معصوم، ادائیں "حوصلہ افزا" شوخیاں توبہ شکن۔ سانولا سلونا رنگ۔

فلمی دنیا کی ایک شوخ اور چنچل حسینہ ہے۔ جب حیرت افزا انداز میں دیکھنے والوں سے آنکھیں دوچار کرتی ہے تو کئی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے اسے دیکھ کر سوئی ہوئی آرزوئیں بھی انگڑائیاں لے کر بیدار ہو جاتی ہیں دل سینے میں مچلنے لگتا ہے۔ اس سیماب فطرت کو ایک لمحہ کے لئے کسی ایک جگہ اطمینان و سکون سے بیٹھنا دشوار ہے ہمہ اضطراب و تحرک۔ اپنے جاننے والوں کا تپاک سے خیر مقدم کرتی ہے اور اپنی فطری شوخی و

شرارت کے ساتھ بہت جلد بے تکلف ہو جاتی ہے۔ اپنے ملاقاتیوں کی زبان سے اپنی تعریف بڑے حسین انداز سے سنتی ہے اور ایسے اخبارات پڑھنے کی انتہائی شائق ہے۔ جن میں اس کی تعریفیں کی گئی ہوں ان لوگوں پر فدا رہتی ہے جو اس کی مدح سرائی کرتے رہیں۔ پکنک کی بہت دلدادہ ہے اور ایسی محلسوں میں ہمیشہ نمایاں رہتی ہے۔ ساڑی ایسی ایسی وضعوں سے باندھتی ہے کہ بائد و شائد ؟ اکثر لوگ اس کی ______
صرف اسی ادا پر جان دیتے ہیں۔

مایا بنرجی کلکتہ کے ایک باعزت اور شریف عیسائی خاندان سے تعلق رکھتی ہے اس کی فلمی زندگی کی ابتداء صحیح معنیٰ میں ۳۴ء میں ٹالی وڈ اسٹڈیو سے ہوئی لیکن یہاں یہ کچھ زیادہ درخشاں نہ ہو سکی۔ اور نہ اس کے ذوق کی تکمیل ہی ہو سکی چنانچہ ۳۶ء میں اپنی شباب آفرینیوں کے ساتھ ذوق و شوق میں ڈوبی ہوئی کلکتہ سے بمبئی جا پہنچی یہاں اس کی جوان آرزوؤں کی خاطر خواہ تکمیل ہوئی ابتداً ساگر مووی ٹون میں شرکت کی اس کے بعد سرسوتی اور پرکاش میں ہیروئن اور سائڈ ہیروئن کی حیثیت سے مختلف النوع ممتاز کرداروں کے روپ میں جلوہ گر ہوئی۔

اس کے مشہور اور کامیاب فلم 'جاگیردار' 'کوکیلا' 'ہم تم اور وہ' 'بھولے بھالے' 'پوسٹ مین' 'انورادھا' 'ون مالا' 'پریتم' 'اپنا گھر اور چوڑیاں ہیں' یہ ایک شوخ و شنگ حسینہ کا پارٹ نہایت خوبی سے ادا کر سکتی ہے اور ایسے فلم کے پارٹ ہمیشہ کرتی رہی ہے۔ اگرچہ یہ نہایت

بیباک اور چنچل واقع ہوئی ہے لیکن اس کی شوخی اور شرارت اس کی صورت سے عیاں نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی صورت سے ایک قسم کی معصومیت اور بھولا پن ٹپکتا ہے اور یہی وہ جان لیوا ادا ہے جس سے ہزاروں دل پھینک نوجوان بہ آسانی اس کا شکار ہو جاتے ہیں "وطن" اس کی شہ کار تصویر خیال کی جاتی ہے اسے فلمی زندگی سے بہت دلچسپی ہے۔ رقص، موسیقی اور سیر و تفریح اس کے مرغوب مشغلے ہیں۔ ابھی حال ہی میں یعنی ڈسمبر ۱۹۴۲ء میں مسٹر وٹھل کلیان پوری سے شادی کر چکی ہے۔ یہ شادی پونہ میں بڑے ٹھاٹ سے رچائی گئی تھی اور فلمی برادری کے اکثر سربرآوردہ لوگ شریک ہوئے تھے۔

ممتاز شانتی

پنجابی رنگ و بو، متوالی آنکھیں، دل میں چبھ جانے والی پلکیں، حسین رخسار، نازک اندام، دلکش رفتار و گفتار، یہ قسمت کی سر دلعزیز اور کامیاب ہیروئن جو پنجاب کے ایک دور افتادہ مقام ڈنگا (ضلع گجرات) میں ۱۹۲۶ء میں ایک مغل خاندان میں پیدا ہوئی۔ اس کے والد کا نام نبی بخش تھا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ گمنام قصبے میں پیدا ہونے والی لڑکی ایک دن "مغل آرٹ" کی طرح تمام ہندوستان میں مشہور ہو جائے گی۔ اور اس کی اداکاری دلوں میں آگ لگا دے گی۔ یہ ابھی بالکل بچہ ہی تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اس کے چچا برکت علی نظامی نے اسے اردو اور انگریزی کی ابتدائی تعلیم دلوائی۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو اسے موسیقی سے بیحد دلچسپی ہو گئی۔ اسے اس طرف راغب دیکھ کر چچا نے موسیقی کی باقاعدہ تعلیم دلوانی شروع کی۔ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے اس فن میں اچھی استعداد پیدا کر لی اور پھر رقص سیکھتی رہی۔

۱۹۳۷ء میں ایسٹ انڈیا فلم کمپنی میں شریک ہو گئی۔ اور اس کمپنی کی ایک پنجابی تصویر "سوہنی کمہارن" میں کام کر کے اس نے خود کو

پبلک میں بخوبی روشناس کرادیا۔ لیکن تعارف صرف پنجاب کی حد تک تھا اس کے بعد وہ ایک ڈرامیٹک پارٹی بنا کر پنجاب اور سندھ میں اپنے ساتھ بشیرہ مہ جبینوں کو لے کر دولت سمیٹتی رہی پھر سیٹھ جگت نارائن کے پنجابی فلم "چمبے دی کلی" میں ہیروئن کی حیثیت سے نمودار ہوئی مگر ابھر نہ سکی کیونکہ چند خامیوں کے باعث یہ فلم کامیاب نہ ہو سکا۔

ممکن تھا کہ اس ناکامی کے بعد یہ دل برداشتہ ہو جاتی لیکن روپ کیشوری کی دوربین اور نقاد نظروں نے اس ہونہار مثلہ کو کشوری پکچرز کے فلم منگنی کے لئے منتخب کیا اب شانتی کی جوانی کے قیامت خیز فتنے بیدار ہو چکے تھے۔ اور وہ نام خدا اب جوان تھی اس فلم میں آتے ہی ممتاز شانتی کی شہرت میں چار چاند لگ گئے اور یہ شہرت کے سپہر برین کا روشن سیارہ بن گئی اس کے بعد بمبئی ٹاکیز کے جنرل منیجر مسٹر چونی لال نے اسے اپنے فلم "بسنت" کے لئے منتخب کیا چنانچہ "بسنت" نے رہی سہی کمی کو بھی پورا کر دیا اور اب شانتی اپنے اوج کمال پر نظر آنے لگی "قسمت" اور "بدلتی دنیا" میں اس نے ہیروئن کے کردار جس خوبی سے پیش کئے ہیں وہ ممتاز شانتی ہی کا حصہ ہے۔ اور ان تصویروں کی کامیابی کے باعث ممتاز شانتی بڑی بڑی اسٹارس سے بھی ایک مختصر سے عرصہ میں گوئے سبقت لے گئی۔

کہا جاتا ہے کہ اسے فلمی دنیا میں لانے والے شخص مسٹر ولی مشہور ڈرامہ نسٹ ہیں۔ انھیں کی مساعی سے یہ اپنے پہلے فلم "سوہنی کمہارن" میں آئی تھی۔ بہرحال اب مسٹر ولی ممتاز شانتی کے جائز وارث یعنی

شوہر ہیں" شانتی" اسم با مسمٰی ہے۔ یہ ایک سلجھی ہوئی اداکارہ، اور سبک قدم رقاصہ ہے۔ پنجاب اور سندھ میں آج بھی وہ ایک ڈانسر کی حیثیت سے ممتاز ہے۔ اور ان علاقوں میں اس کے چاہنے والوں کی آج بھی کمی نہیں ہے اس کی ماں ہندو اور باپ مسلمان تھا غالباً یہی وجہ ہے جس کے باعث اس کا نام ممتاز شانتی ہے۔ اس کی بڑی خصوصیت یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ اسٹوڈیو میں بھی کبھی بے پردہ نہیں ہوتی مگر صرف اس وقت جب تصویر کشی ہو رہی ہو ورنہ ریہرسل میں بھی برقع اوڑھے رہتی ہے۔ یا دیوار کی طرف منہ کئے رہتی ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

بیگم پارا

پردۂ سیمین کا نیا چاند —— بیگم پارا —! تاریخ پیدائش ۲۵؍ دسمبر ۱۹۲۷ء سترہ سال کی یہ ماہ پارا حسن و شباب کی تصویر اور ایک مکمل قیامت ہے۔ بیحد رنگین شخصیت کی مالک، اعلیٰ سوسائٹی میں ممتاز ترین درجہ رکھتی ہے۔ یہ پروتیما گپتا کے شوہر لفٹنٹ حق کی چھوٹی بہن ہے سینئر کیمبرج کامیاب اسٹیج کی اداکاری، رقص اور موسیقی میں بھی ماہر ہے۔ اپنے منجھلے بھائی عارف کے ساتھ فلمی دنیا میں ۱۹۴۴ء میں آئی ہے۔

پربھات کے فلم "چاند" میں پہلی بار جلوہ گر ہو رہی ہے، حسن و ادا نے اس چاند کو چار چاند لگا دئے ہیں، شربتی آنکھیں، سنہرے ریشمی بال، معصوم صورت، یونانی انداز کا چہرہ، گلابی و شہابی رنگ، نہایت ہی موزوں اور متناسب جسم، سرو قد اور صحت و مسرت کا مجسمہ ہے، فلمی دنیا میں یہ حسینہ سب سے زیادہ خوش رو، خوش گلو اور خوش لباس ہے۔ جدید ترین طرز فیشن سے آراستہ اور انتہائی سادگی و نفاست پسند ہے۔ پردۂ سیمین پر جس قدر حسین نظر آسکتی ہے اس سے بھی زیادہ اپنے اصلی روپ میں خوبصورت ہے اسے دیکھنے سے واقعی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور ایک بجلی سی کوندکر

رہ جاتی ہے۔

بیگم پارا کی مثال ہندوستان کی فلمی دنیا میں نہیں مل سکتی وہ ایک بین الاقوامی حسن کی مظہر ہے۔ شائد سونجا ہنی اور نار ماشیرر سے اسے تشبیہ دیجا سکتی ہے، کیونکہ نہ صرف وہ حسن کی ملکہ معلوم ہوتی ہے بلکہ اپنی نزاکت و رعنائی کی بدولت آسمانی پری اور فردوسی حور سے کم نہیں نظر آتی۔ جس طرح اس کا حسن لاثانی ہے اسی طرح اس کا آرٹ بھی بے نظیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آتے ہی فلمی دنیا پر چھا گئی۔ بڑی بڑی فلم کمپنیوں میں کئی فلموں میں کام کرنے کے شاندار مواقع اسے پیش کئے جا رہے ہیں۔

شوری پکچرز کی تاریخی فلم "شالیمار" میں ملکہ نورجہاں کے روپ میں نمودار ہو رہی ہے۔ پروتیما داس گپتا کی ذاتی کمپنی کے اولین شاہکار "چور" میں اپنے حسن و شباب کے پورے "جوار بھاٹے" کے ساتھ آنے والی ہے اس کے بعد "انارکلی" میں بمبئی ٹاکیز کے نوخیز ہیرو سریش کے ساتھ نظر آئے گی۔

ابھی سے اس کے کمال فن اور حسن و جمال کی ملک بھر میں دھوم مچی ہوئی ہے۔ اس کا اصلی نام مس زبیدہ حق ہے۔

مایادیوی

ملیح حسن، سیاہ حسین آنکھیں، رسیلے وشاداب ہونٹ، مشکیں کاکل قد ذرا لانبا۔ یوں تو اسے گھریلو زندگی بہت پسند ہے لیکن جب کیمرے کے سامنے آتی ہے تو ایک دم کچھ بدل سی جاتی ہے۔ اور نہایت بے باکانہ اپنا رول ادا کرتی ہے۔ اس وقت پرانی پرانی مثلاؤں کے دلوں میں بھی جذبۂ رقابت بھڑک اٹھتا ہے۔

مایا کا اصلی نام اقبال بیگم ہے۔ یہ ۱۹۱۸ئہ میں لاہور میں پیدا ہوئی خاندانی اعتبار سے یہ پنجاب کے ایک مغل خاندان سے تعلق رکھتی ہے تعلیمی اعتبار سے اردو مڈل کامیاب ہے ۱۹۳۰ئہ میں جب یہ صرف بارہ برس کی تھی کہ اس کو فلم اسٹار بننے کا شوق ہوا اور یہ شوق صرف نام نمود اور شہرت کے حصول کی غرض لئے ہوئے تھا۔ بہرحال جب شوق نے دل میں انگڑائی لی اور سیٹھ بابو لال صاحب نے کچھ ترغیب دی تو ان کی کمپنی نکشمی پکچرز کلکتہ میں بغیر کسی دقت کے شامل ہوگئی۔ اس کے بعد متعدد کمپنیوں میں کام کرتی رہی۔

اداکاری کے جوہر فطرت میں داخل ہی تھے اس پر شوق کی آبیاری نے اور بھی پروان چڑھایا اس طرح یہ بہت تھوڑی سی کدوکاوش کے بعد

ایک کامیاب مسئلہ بن گئی۔

"جیون پربھات" میں اس نے اپنا کردار اس انداز اور حسن وخوبی سے پیش کیا ہے کہ یہ بجائے خود اپنے کردار ہی میں جذب ہو کر رہ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہی پارٹ کرنے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔

اس نے بہت سی فلموں میں خصوصی اداکاری کی ہے بلیدان' کنواری بھابی' نرملا' ستی ساوتری' پکار' بھروسہ' میں ہاری' وجے۔ چندن' اور آوارہ اس کی کامیاب تصاویر ہیں' بھابی' چندن اور میں ہاری کو پبلک میں خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔

مایا فلمی دنیا سے کچھ اکتاسی گئی ہے۔ اور اب اپنے لئے کسی دلچسپی کا سامان اس میں نہیں پاتی۔ یہ بارہا خود بھی اس کا اظہار کر چکی ہے کہ وہ فلمی لائن سے کنارہ کش ہو جائے گی۔ حالانکہ ابھی وہ اسٹوڈیو سے اس طرح وابستہ ہے جیسے اس کے شوہر مسٹر تنویر نقوی خود اس سے وابستہ ہیں۔

امور خانہ داری اور گھر کی صفائی وغیرہ اس کے دلچسپ مشاغل ہیں۔

کانتا کماری

کانتا کماری ۱۹۲۰ء میں بمبئی میں پیدا ہوئی۔ فلم بینی اور اداکاری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ چنانچہ زمانۂ طالب علمی میں اسکول کے اسٹیج پر یہ اکثر ایک رقاصہ کی حیثیت سے جلوہ فرما ہوتی رہتی تھی اور فطرت نے شائد اسے اسٹیج ہی کے لئے پیدا کیا تھا۔ انٹرنس کامیاب کرنے کے بعد دلی رجحان کے تحت اپنے حسین ذوق کی تکمیل کے لئے ۱۹۳۰ء میں بمبئی ٹاکیز میں شرکت کرلی۔ اور اس کمپنی کی مشہور تصویر "اچھوت کنیا" میں پہلی مرتبہ پردۂ سیمیں پر جلوہ گر ہوئی۔

حسین گول چہرہ۔ افغانی بادام کی سی آنکھیں۔ ہلالی ابرو۔ سیاہ گھنے بال جنوبی ہند کی مرہٹہ خواتین کی طرح اپنے جوڑے کے گرد پھولوں کا حلقہ بنا کر لگانا اسے بہت بھاتا ہے۔

جہاں تک شرمیلی اداؤں کا تعلق ہے کانتا کماری تمام دیگر ممثلات میں نمایاں درجہ رکھتی ہے بلکہ اس کی نرالی شرم ایکٹرسوں میں ضرب المثل ہے۔ اور تمام فلمی حلقوں میں اس کی انوکھی شرم وحیا مشہور ہو چکی ہے جب کوئی رپورٹر یا اخباری نمائندہ اس کی تصویر لینے کی غرض سے اس کے پاس آتا ہے تو یہ شرم وحیا کے ملے جلے جذبات سے چھوئی موئی کی طرح سمٹ کر

اپنے چہرہ کو چھپا لیتی ہے۔ اس کی تصویر اتارنا ایسا ہی مشکل ہے جیسے کسی نوجوان
کے سر سے عشق کا بھوت اتارنا۔ پھر بھی کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی دل پھینک
ہمت کر کے اسے کیمرہ کے سامنے کھینچ ہی لاتا ہے۔ اس کے ایک انٹرویو
کی روئیداد دلچسپی سے خالی نہ ہوگی جب کہ اس سے ایک رپورٹر نے دریافت
کیا کہ وہ اپنی تصویر کھچوانے سے کیوں شرماتی ہے۔ اس نے فوراً ہی شرم و
حیا کی پتلی بن کر اور لاجونتی کی طرح سمٹ کر جواب دیا کہ " اسے آپ میری
کمزوری سمجھئے یا میری .... میری تصویر لی جا سکتی ہے لیکن اس کے یہ
معنی نہیں کہ مجھے عجائب خانہ کا کوئی مافوق الفطرت جانور سمجھ کر میرے
پیچھے پڑا جائے۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ لوگوں کی نیت مجھے نقصان پہونچانے
کی نہیں ہوتی بلکہ مجھے ان کا ممنون ہونا چاہئے جو مجھے یوں عزت دینا
چاہتے ہیں لیکن میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں کیونکہ لوگوں کی بڑھی ہوئی
توجہ سے میں گھبرا جاتی ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کانتا ایک ریلوے اسٹیشن پر ریل کا انتظار
کر رہی تھی کہ پریس کے نمائندے کچھ تو انٹرویو کی غرض سے اور کچھ جان
بوجھ کر اس کی فطری شرم سے لطف اندوز ہونے کے لئے کیمروں سے مسلح
ہو کر اس کی طرف لپکے۔ کانتا اس عکسی حملہ کی تاب نہ لا کر بے طرح گھبرائی
اور اپنے کو کیمرہ کی یورشوں سے بچانے کی لاکھوں تدبیریں کیں۔ جب
کچھ بن نہ آئی تو بیچاری نے بے تحاشہ زنانہ ڈبہ کا رخ کیا جو اس کیلئے
ایک محفوظ پناہ گاہ ثابت ہوا اور کیمرہ والے کانتا کی تصویر کے بجائے

اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

اس نے اچھوت کنیا کے بعد متعدد فلموں میں کام کیا جن میں سے "جیون نیا" "ریشمی ساڑی" - "جنم بھومی" "سنسار نیا" - "میرے راجہ" - "رتنا لٹاری" "پنجاب لانسر" اور "چندن" بہت مشہور ہیں۔

اداکاری اور شہرت کے اعتبار سے "دنیا تمہاری" اور "اچھوت کنیا" کو عوام میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔

یہ فلمی زندگی سے بہت مانوس ہے۔ مطالعہ اس کا محبوب مشغلہ ہے اور شرم وحیا کا مظاہرہ .... ! خیر جانے بھی دیجئے۔

جے شری

ہندوستان کی حسین ترین، شوخ و چنچل ممثلہ جے شری ملک کے مشہور ڈائرکٹر شانتا رام کی بیوی ہے۔ اس خوبصورت و خوش نصیب فلمی پری نے غضب کا گلا اور بلا کا بانکپن پایا ہے 'چندن کا سا رنگ' چاند سا چہرہ اور چمکدار ہیروں کی سی آنکھیں' چاندی کی گھنٹیوں کے بجنے کی سی آواز' سرو قامت کنول کی طرح نازک و رنگین اور تر و تازہ حسن و جمال ہندی آرٹ کا کامل نمونہ ہے۔

پربھات کی مرہٹی فلم 'شیجاری' 'پڑوسی' میں شانتارام کی ہدایت میں ہیروئن بنی تو باکمال ڈائرکٹر اور جمیل اداکارہ میں معاشقہ شروع ہوا۔ جس کا نتیجہ دونوں کی شادی کی صورت میں نمودار ہوا۔ پھر طویل عرصہ کی خاموش ازدواجی زندگی کے بعد یہ حسین ساحرہ شانتارام کی ذاتی کمپنی کے پہلے شاہکار 'شکنتلا' میں ممتاز نسوانی کردار ادا کرتی ہوئی نظر آئی۔ کالیداس کی خیالی شکنتلا کی اگر کوئی زندہ تصویر ہوسکتی ہے تو وہ واقعی جے شری ہی ہے۔

لیکن جے شری مسز شانتارام بن کر زندگی کے زیادہ اہم فرائض

انجام دیتی ہے ۔ اس وقت وہ ایک بچہ کی ماں ہے اور دوسرے کی امید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زیادہ تر پردۂ سیمین پر نظر نہیں آتی۔ آئندہ شانتا رام کی سیاسی و بین الاقوامی تصویر ڈاکٹر کوٹنس کے ہندوستانی زبان کے فلم میں جلوہ گر ہو رہی ہے ۔

وینا

نام مس تاجور، وطن سیالکوٹ (پنجاب) عمر ۲۲ سال شیریں آنکھیں، مہتابی و گلابی رنگ، موزوں و متناسب جسم اور بلند قامت، ہر ادا رنگین ہرزاویہ سے جمیل۔ ہندوستانی خوبصورتی و نسوانی وقار کا کامل نمونہ۔ پہلی بار ایشیاٹک پکچرز کی فلم "یاد" میں جلوہ گر ہوئی۔ اسے دیکھنے والے بھول نہ سکے تھے کہ محبوب پروڈکشن کی فلم نجمہ میں نجم بن کر چمکی شاید ہی کوئی ہیروئن اس قدر جذباتی کردار اس کامیابی سے ادا کرسکے۔ پھر سن رائز پکچرز کی تصویر ماں باپ میں ہندوستانی دختر نیک اختر کے روپ میں آئی ہے۔ اب محبوب کے تاریخی فلم' ہمایوں' میں حمیدہ بانو بیگم بن کر اور نیمس علمس کی رومانی پیش کش پھول' میں ہیروئن کی حیثیت سے آرہی ہے۔ ڈائرکٹر مظہر خاں کی نئی تصویر پہلی نظر کے لئے بھی وینا کا انتخاب ہوا ہے۔

ابھی حال ہی میں ایک فلم کی مہورت کے موقعہ پر وینا نے شانتا آپٹے کی طرح مسٹر عزیبین ایڈیٹر الہام کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ کہا جاتا ہے کہ "نجمہ" کی یہ نواب زادی مسٹر عزیبن سے کسی "بات" پر

برہم ہو گئی تھی۔ بات کیا تھی؟ مقدمہ عدالت تک پہنچ چکا ہے۔ !

یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین؟
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!!

چمنستان فلم کی نوشگفتہ کلی نرگس جس نے ابھی عنفوان شباب میں قدم رکھا ہے غالباً ۱۹۳۰ء میں بمبئی میں پیدا ہوئی مشہور و ماہر مغنیہ و ممثلہ جدن بائی کی نورِ نظر ہے۔ عمر سولہ سال زیتونی رنگ کی زہد شکن نوخیز حسینہ، اپنی پہلی ہی اداکاری میں اس قدر مقبول ہوئی کہ سرمۂ نظر بن گئی۔ صبیح و ملیح رنگ، آنکھوں میں بجلیاں سی بھری ہوئی، ایرانی خد و خال۔ سانچے میں ڈھلا ہوا جسم، حسن و شباب کا مکمل اور مثالی نمونہ۔ یہ نوخیز حسینہ پیدائشی اداکارہ ہے۔ رقص، موسیقی اور تمثیل نگاری میں کمال درجہ ماہر۔ پہلی بار سات سال کی عمر میں اپنے بھائی اختر کے ساتھ "موتی کا ہار" نامی فلم میں نمودار ہوئی تھی "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" اسی وقت قیافہ شناس نظروں نے بھانپ لیا تھا کہ یہ بچی ایک روز فلمی آسمان پر آفتاب نصف النہار بن کر قیامت ڈھائے گی۔

"تقدیر" میں ماہر فلمساز و ہدایت آموز محبوب نے اسے درجہ کمال پر پہنچا دیا۔ تقدیر میں یہ برق مجسم حسینہ مشہور و معروف فلمی ستاروں موتی لال چندر موہن اور چارلی کے ساتھ آئی اپنے جمال و کمال کی بدولت خیال و

FILMI-TITLIAN

Meena
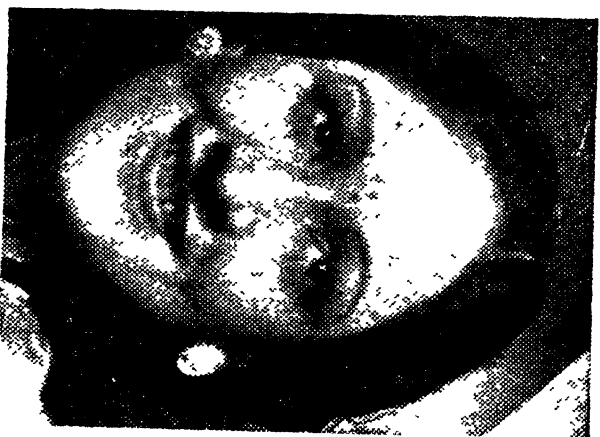
Anjali Devi

Nargis

FILMI-TITLIAN

Begum Para

Suman

Kamla Chaterjee

FILMI-TITLIAN

Dadma

Husn Banu

Shamli

FILMI-TITLIAN

Renuka Devi

Yashodhra Katju

Sitara

وتصور کی ملکہ بن گئی۔ تقدیراسے کامیابی کے ساتویں آسمان پر لے اڑی تقدیر کے بعد محبوب کے تاریخی فلم ہمایوں میں ملکہ حسن بن کرآ رہی ہے۔
یہ حور ارضی فضلی برادران کے فلم 'عصمت' اور ڈائرکٹر بادامی کی نئی تصویر "راما ئنی" اور ڈائرکٹر حسنین کے فلم 'دل' میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔
ہر فلم کمپنی اور ہر ڈائرکٹر نرگس کو اپنی تصویر کی زینت بنانا چاہتا ہے لیکن جدن بائی' نازک وگلبدن نرگس کو زیادہ فلموں میں ایک ساتھ کام کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔
نرگس اس وقت فلمستان کی سب سے زیادہ نوخیز ورنگین تتلی ہے لیکن اس کا رنگ اس کے روپ سے بڑھ کر نہیں۔ اپنی اصلی زندگی میں وہ ایک چست اور زندہ دل خوش مزاج لڑکی ہے 'تیرنا' سائیکل چلانا اور ٹینس کھیلنا اس کے محبوب مشاغل ہیں۔ فرصت کے اوقات میں انگریزی فلمیں دیکھنا اس کا پسندیدہ شغل ہے۔

سوشیلا رانی

پیدائش ۱۹۲۵ء عمر ۲۰ سال وطن سری نگر (کشمیر) آسمان فلم کا یہ نیا درخشاں ستارہ علمی اور صحافتی دنیا سے فلمی افق پر نمودار ہوا۔ چند سال قبل یہ جنوبی افریقہ میں علم نباتات کی لکچرار تھی پھر بمبئی کے مشہور انگریزی ماہنامہ "فلم انڈیا" کے ایڈیٹر بابو راؤ پٹیل کی سکریٹری بنی اور بلند پایہ فلمی مضامین لکھتی رہی۔ ذوق و شوق کی بناء پر کبھی کبھی اس کی دلنکار آواز آل انڈیا ریڈیو پر گونجا کرتی تھی کمسنی اور طالب علمی کے زمانہ میں اسکولی اسٹیج کی ملکہ اور ہندوستانی انگریزی رقص کی بھی ماہر تھی۔ اب پہلی مرتبہ نیو ہنس پکچرز لمیٹڈ کی فلم دروپدی میں ہیروئن کا پارٹ کر رہی ہے! اس نئی اداکارہ نے اس فلم میں اپنے کمال فن کا ثبوت اس طرح دیا ہے کہ افسانہ اور مکالمے بھی اسی کے لکھے ہوئے ہیں اور موسیقی کی ہدایت بھی خود ہی کی ہے۔ قدیم کلاسیکی رقص اور پر کیف نغمے پیش کئے ہیں اس کی اداکاری مشرقی و مغربی فنکاری کے امتزاج کا اعلیٰ نمونہ ہوگی۔ سوشیلا رانی جیسی تعلیم یافتہ "فلمی دیوی" سے بہت سی فلمی امیدیں وابستہ کی جا رہی ہیں کاش یہ فلمسازی کے خواب کی صحیح تعبیر بن سکے۔!

وینا کماری

حیدر آباد دکن میں ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئی۔ اردو، انگریزی اور ہندی میں کافی دسترس رکھتی ہے، اخلاق و ادب کے گہوارے میں پلنے والی کماری شعر و سخن کی دلدادہ ہے۔ بچپن میں ایک فلم کی تصویر کشی دیکھ کر فلمی دنیا سے رغبت ہوئی اور یہ تمنا دل میں انگڑائیاں لینے لگی کہ کسی صورت سے خود بھی ایک اداکارہ کی حیثیت سے پردۂ سیمین پر جگمگائے۔ اور اپنے حسن و جمال کی داد مشتاقانِ جمال سے لے یہ تخیل رفتہ رفتہ دل پر مرتسم ہوتا گیا۔ اور یہ بلا کسی وقت کے مشربی "کے" نندا کی وساطت سے ۲ر جنوری ۱۹۳۳ء کو امر موویٹون میں اپنے تصورات کی دنیا لئے ہوئے تعبیر خواب کیلئے شریک ہو گئی لیکن شرکت کے بعد معلوم ہوا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔

وینا کماری متعدد فلموں میں کامیاب نسوانی کردار ادا کر چکی ہے۔ اور فطری رغبت نے اسے بہت جلد کامیابی سے ہم آغوش کرا دیا۔ اب وینا کا نام فلمی دنیا کیلئے کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا۔ اور اس کی تصویر بیسیوں فلموں کے ذریعہ پردۂ سیمین پر آ چکی ہے۔ اب تو یہ لاکھوں نوجوان دلوں پر بھی نقش ہو چکی ہے۔ اس کی معصوم دلبرانہ اداؤں، اور عنفوانِ شباب کی سرمستی نے

ہزاروں آنکھوں کیلئے بارہا شب بیداری کا سامان فراہم کرکے راتوں کو تارے گنوائے ہیں۔ اور نیند کی جگہ خود آنکھوں میں سما کر دل اور روح پر چھا چکی ہے۔

گول مول پیاری پیاری صورت، حسین عارض کنول کے پھول سی پیشانی۔ کٹاری ابرو۔ مخمور نگاہیں۔ رس بھرے رخسار، گلابی ہونٹ، شباب انگیز سینہ ہر ادا اک دعوت گناہ لئے ہوئے۔ جب مستانہ وار چلتی ہے تو دھڑکتے ہوئے بیشمار دلوں کی دنیا بے اتفاتی کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ اس کے مشہور اور نمایاں کردار کی کامیاب تصاویر یہ ہیں۔ "انتقام" قسمت کی کسوٹی، کاروان حسن۔ رنگین گناہ۔ بسمل آرزو۔ غریب۔ محبت کی دنیا۔ زیور۔ پڑتگیا۔ ماسٹر جی۔ اور آسرا۔ وغیرہ۔

قسمت کی کسوٹی۔ ماسٹر جی۔ اور رنگین گناہ کو پبلک نے بہت پسند کیا ہے۔ یہ ایک کامیاب مثلہ ہے۔ آئندہ اس سے بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ آج کل امر موی ٹون میں کام کر رہی ہیں۔ جلد کوئی تازہ ترین تصویر پبلک میں آنے والی ہے۔

حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت بھی بہت خوب ہے اب فلمی دنیا زیادہ پسند نہیں رہی۔

بے بی اختر

کتابی چہرہ، شمشیر بران ابرو، گھنی زلفیں، غنچہ دہن، نازک بدن، نھا منا قد، چمنستان فلم کی یہ ننھی منی شوخ کلی ابھی ابھی نظر آئی ہے۔ لیکن ابھی سے اس نے اپنی معصومانہ شوخ اداؤں سے بہت سے دلوں پر قبضہ جما لیا ہے۔ اور اس کی اداکاری نے ہر طبقہ سے خراج تحسین وصول کیا۔ یہ فتنہ ابھی سے اس قدر قیامت خیز ہے۔ تو اپنی حشر بداماں جوانی میں نہ معلوم کیا غضب ڈھائیگا۔

پنجاب کے حسن خیز خطۂ گجرانوالہ میں ۲۶ مارچ ۱۹۳۲ء کو پیدا ہوئی اور والدین نے فلمی دنیا کے سپہر برین کا نام اختر خانم رکھا۔ ٹھیک نو سال بعد جبکہ ابھی کھیلنے کودنے کے دن تھے مسٹر پنچولی کی نظر انتخاب نے اس نوزائیدہ کو جس کا منہ ہنوز اپنی ہی انکھڑیوں کی نقاب میں پوشیدہ تھا "خاندان" میں اداکاری کیلئے چن لیا۔ "خاندان" میں ایک معصوم لڑکی کا پارٹ اس نے اپنی ذہانت طبع سے حد درجہ دلکش اور کامیاب طریقہ پر ادا کیا۔ اور نقادان فن نے اس کی اس پہلی ہی تصویر کے بعد پیشگوئی کی کہ آئندہ یہ فلمی دنیا کا ایک روشن ستارہ ہوگی۔

اس ننھی سی جان کو حزن و ملال اور کیف و نشاط کے جذبات ظاہر کرنے کا ابھی سے غیر معمولی سلیقہ ہے۔ خاندان کی شہرت یافتہ اختر درخشندہ "زمیندار" میں ایک اندھی معصوم لڑکی بن کر آنکھ والوں کے سامنے آئی اور اس کی بیباک اور تصنع سے پاک تمثیل کو دیکھ کر ہر دل میں اس کی قدر بڑھ گئی — اس نے اپنا رول اس قدر نیچرل انداز میں ادا کیا کہ خود آرٹ منہ تکتا رہ گیا۔ اگر یہ قابل ڈائرکٹروں کی زیر ہدایت اچھی فلموں میں کام کرتی رہی تو ضرور ایک دن آسمان فلم کا درخشندہ آفتاب بنکر رہے گی۔ 'پونجی' اس کی تازہ ترین تصویر ہے جس میں اس نے سائڈ ہیروئن کا کامیاب پارٹ کیا ہے۔

رقص و موسیقی سے واقف ہے۔ فلمی دنیا کو بہت دلچسپ سمجھتی ہے۔

راگنی

چاندی کی طرح سفید جسم۔ متوسط اندام۔ حسین زلفیں۔ ہلالی پیشانی مخمور آنکھیں۔ کٹار سے ابرو۔ سیب کی طرح رخسار۔ رس بھرے ہونٹ —— راگنی حسن و شباب کا ایک اچھا نمونہ ہے —۔ جوانی دیوانی سے ابھی ابھی ہم آغوش ہوئی ہے لیکن بڑا ہی زہد شکن شباب پایا ہے۔ اس کا سراپا بیحد دلفریب اور روح نواز ہے۔ قدم قدم پر ایک راگ کی طرح رقصاں نظر آتی ہے

پنجاب کے حسن خیز خطۂ گوجرانوالہ کی رہنے والی ہے۔ اصلی نام شمشاد ہے۔ بچپن ہی میں ماں کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کا باپ اسے لاہور لے آیا گناہ اور جوانی چھپائے سے نہیں چھپتی ہے۔ طوائفیت کی آغوش میں پلنے والی یہ لڑکی جو آئندہ چل کر فلمی دنیا کا ایک چمکتا ستارہ بننے والی تھی۔ خداوندان کملا مووی ٹون کی نظروں میں سما گئی اور انھوں نے راگنی کو ہاتھوں ہاتھ کمپنی میں لے لیا اور اس نے پہلی مرتبہ " دلا بھٹی نامی " پنجابی فلم میں کام کیا اس طرح راگنی پہلی بار نقادان فن سے روشناس ہوئی تاڑنے والی نگاہوں نے اسی وقت تاڑ لیا تھا کہ آئندہ یہ ضرور ایک دن اپنے نام کی طرح سے مشہور ہو گی۔ اس کی شہرت اور ہر دلعزیزی دیکھکر

ناردرن انڈیا اسٹوڈیو نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور "سہتی مراد" نامی فلم میں اسے ہیروئین کا کردار پیش کیا گیا۔ جسے اس نے بڑی ہی کامیابی کے ساتھ ادا کیا اب یہ کافی مقبول ہو چکی تھی۔ اس کی مقبولیت نے اسے وہاں سے بھی نکلوایا اور پھر یہ کملا مووی ٹون کی ہمت میں اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ نمودار ہوئی نوجوان دلوں پر راگنی بن کر اس طرح چھا گئی کہ زمانہ کی دستبرد ہی اگر چاہے تو یہ دلوں سے محو ہو سکتی ہے ورنہ اس نے وہ جادو پھونکا ہے کہ جس کا رد ہو ہی نہیں سکتا۔

راگنی کی آواز بے حد سریلی اور روح پرور ہے۔ ذکاوت ذہانت اس کے چہرہ سے عیاں ہوتی ہے۔ اپنے رول کو خوب سمجھ کر ادا کرتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اپنے کردار کو تصنع سے پاک رکھتی ہے۔ راگنی کا خیال ہے کہ " وہ اپنے کردار کو زندہ جاوید بنانا چاہتی ہے اس سے محض کھیلنا پسند نہیں کرتی۔ اسے ایسے کردار زیادہ پسند ہیں جن سے صنف نازک کی شان وشکوہ اور عظمت وعزت کا اظہار ہو۔ شریفانہ جذبات کا اظہار زیادہ پسند کرتی ہے۔" بہر حال اگر یہی خیال پختہ سے پختہ تر ہو جائے اور پردۂ سیمین پر کردار کی روح بن کر نمایاں ہو تو یقیناً راگنی فلمی دنیا کی کامیاب ترین ممثلہ ہوگی۔ اور اس کی مثال قابل تقلید بھی ہوگی۔

اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے کردار میں اصلیت کی روح پھونکنا چاہتی ہے لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہے۔

راگنی بلاشبہ خطۂ زندہ دلاں کا ایک خوش رنگ و دلآویز پھول ہے بہت ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں اس کی بھینی بھینی خوشبو اس پر بہت سی بلبلوں کی یورش کا سبب بنے۔

"نشانی"۔ "پٹواری" "پنچھی" اور "پونجی" اس کی تازہ ترین تصویریں ہیں۔

فلمی دنیا کو بہت دلچسپ پاتی ہے۔ رقص و سرود کی دلدادہ ہے۔ ہندوستانی صنعت فلم سازی کی اچھی امیدیں اس سے وابستہ ہیں۔

رمولا

صاف رنگ۔ میانہ قامت شگفتہ چہرہ۔ روشن آنکھیں۔ گلاب کے پھول کی طرح رخسار۔ بانکی چتون۔ دلفریب بازو۔ خوبصورت سینہ مجموعی طور پر حسین ہے، اس کا تعصب اس کے حسن سے بھی زیادہ ہے۔ یہودیہ اور تعصب یہودیہ پے در پے متعدد فلموں میں کام کر کے فلم بین طبقے میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے یہ شوخ حسینہ۔ نوجوان جذبات سے کھیلنے والی ہندوستان کی ان چند ایکٹرسوں میں سے ہے جو سنجیدہ و متین اور المیہ و مغموم کردار یکساں خوبی کے ساتھ ادا کر سکتی ہیں۔ اس حیثیت سے رمولا کو ہر فن مولا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ایک شوخ و شنگ اور چنچل حسینہ کا پارٹ بھی بخوبی ادا کر سکتی ہے اور ساتھ ہی الم انگیز اور حزنیہ تمثیل بھی بخوبی نبھائے جاتی ہے۔ یہ ایک قابل ایکٹرس کی کامیابی کا کافی ثبوت ہے۔ بڑی ہی سمجھدار ہے اور اپنے رول کو خوب سمجھ کر ادا کرتی ہے۔ اردو بڑی روانی سے بولتی ہے۔ پنجابی بھی بخوبی سمجھ اور بول سکتی ہے۔

اس کی فلمی زندگی کی ابتدا جس تصویر سے ہوئی ہے اس کا نام تھا "دل ہی تو ہے" اس پری تمثال یہودن کی عملی تمثیل نگاری کی شہرت کا

یہ پہلا آئینہ تھا۔ اس کے بعد "اولاد" نے اسے اور بھی شہرت دی۔ "قیدی" "خزانچی" "پردیسی" "ڈھولا" اور "معصوم" وغیرہ تصویروں میں رمولا نے جس حُسنِ کردار کا ثبوت پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ خزانچی میں ہیروئن کا پارٹ جس بے باکی کے ساتھ اس نے ادا کیا ہے اس نے ہزاروں نوجوان دلوں میں اس کی یاد ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی اور سینکڑوں دماغوں پر اس طرح چھا گئی کہ خوابوں کی دنیا اس کے وجود کیلئے وقف ہو گئی اور ہزاروں آنکھوں میں یہ اس طرح سما گئی کہ راتوں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔

اس کی تازہ تصویریں "منجلی" "خاموشی" اور "شکریہ" ہیں۔ ابھی تو یہ جوانی کی راتیں اور مرادوں کے دن بسر کر رہی ہے۔ رمولا ایک کامیاب ایکٹرس مانی جاتی ہے لیکن ابھی اس کی بہت سی صلاحیتیں منظر عام پر نہیں آئی ہیں۔ اگر کوئی کامیاب ڈائرکٹر اس کی خوابیدہ صلاحیتوں سے کام لے تو یہ اور اس کی حسنِ اداکاری کافی کشش انگیز ہو سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اپنا الھڑ پن چھوڑ کر متانت کے ساتھ کچھ وقت اپنے آپ کو سنوارنے کیلئے صرف کرے۔

سنا گیا ہے کہ ایک کپتان کی تیر نگاہ سے گھائل ہو گئی ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کپتان صاحب خود اس کی تیر نگاہ کا شکار ہو گئے ہیں حقیقت حاصل کیا ہے یہ سن کر اس کے گرویدگان دل شکستہ ہو جائیں گے۔ بہر حال اتنا تو کہنا ہی ہے کہ کپتان صاحب نے اس سے یا اس نے کپتان صاحب سے شادی کر لی ہے۔

بیتا دیوی

چاندنی کی طرح سفید جسم، اینگلو انڈین حسن کا ایک شوخ مرقع سنبل کی طرح چمکدار سیاہ گیسو، کشادہ پیشانی، گھنے ابرو، جگنو کی طرح چمکدار نرگسی آنکھیں، سرخ ہونٹ، بھولا بھالا چہرہ جس سے معصومیت ٹپکتی رہتی ہے۔ بہت سلجھی ہوئی گفتگو کرتی ہے۔

کلکتہ کے ایک معزز اور متمول اینگلو انڈین خاندان میں ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جب بیتا جوانی دیوانی سے ہم آغوش ہوئی اور دوشیزگی نے ذرا زور سے سینہ میں انگڑائی لی۔ تو اس آزادی کی متوالی نے آزادانہ زندگی بسر کرنے اور عزت و شہرت حاصل کرنے کی غرض سے فلمی لائن کو اپنے لئے منتخب کیا۔ اور اپنے والدین سے اجازت چاہی لیکن والدین نے اس کی رائے سے اختلاف کیا۔ اور نگار خانوں کے گناہ آلود ماحول کو ایک باعصمت شریف خاندان کی دوشیزہ کیلئے کلنک کا ٹیکہ تصور کیا۔ وہ جانتے تھے کہ عصمت اور شرافت جس کا نام ہے یہ جنس فلمی نگار خانوں میں عنقا ہے۔ لہٰذا اپنی بچی کو ہوس رانیوں کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ اس لئے انھوں نے بیتا کو اپنے ارادے سے باز رہنے کی

ترغیب دی۔ اور فلمی لائن اختیار کرنے سے روک دیا۔ لیکن سبیتا بری طرح سے فلمی لائن کی گرویدہ ہو کر اس جانب راغب ہو چکی تھی اس نے والدین سے چھپا کر ۱۹۲۶ء میں برٹش ڈومینین فلم کمپنی کلکتہ کو اپنی شرکت کی درخواست معہ تصویر کے روانہ کر دی کمپنی مذکور نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اسے ملازم رکھنے کے لئے تیار ہو گئی۔ اپنی کامیابی پر سبیتا بیحد مسرور تھی لیکن جب اس کے والدین کو واقعات کا علم ہوا اور انہوں نے دیکھا کہ یہ اب ہاتھوں سے جا رہی ہے تو انہوں نے اس کا تدارک کیا اور سختی سے اسے روک دیا۔ جس کا سبیتا کو بیحد غم ہوا۔ اور اپنی نامرادی پر بیحد مغموم رہنے لگی۔ اور اس کا پھول سا چہرہ دن بدن مرجھانے لگا۔ اس کی نحیف و زار حالت دیکھ کر والدین بہت متردد ہوئے اور طوعاً و کرہاً اسے ایکٹرس بننے کی اجازت دیدی۔۔ سبیتا برٹش ڈومینین فلم کمپنی میں شریک ہو گئی۔۔۔ جب یہ اپنی پہلی تصویر کی شوٹنگ کے لئے کیمرے کے سامنے آئی تو بری طرح گھبرائی اور شرم وحیا کی سنسنی سارے بدن میں دوڑنے لگی۔ اب سبیتا بہت پریشان ہوئی کہ یہاں سے پیچھا چھڑا کر بھاگ جائے۔ لیکن رفتہ رفتہ جذبات پر قابو پاتی گئی۔ اور تکمیل ذوق کی آرزو رنگ لانے لگی۔ آخر "روپیہ کیا کچھ نہیں کر سکتا" نامی فلم میں اس نے پہلی مرتبہ کام کیا اور تمام فلم بین طبقے میں کافی روشناس ہو گئی۔ تصویر کامیاب رہی اور سبیتا بھی کامیابی سے ہمکنار ہونے لگی۔ اس کے بعد اس نے "ابلا بھی" اور "سوبھاگیہ لکشمی" وغیرہ خاموش فلموں میں کام کیا اس کی حسن اداکاری خوب چمکی۔۔۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں اس نے کافی شہرت حاصل کر لی۔

لیکن یکایک ناطق فلموں کا دور شروع ہو گیا۔ جس کے لئے بیتا بیکار ثابت ہوئی کیونکہ اسے ہندوستانی زبان نہیں آتی تھی۔ اور یہ قعرِ گمنامی میں جا پڑی مگر بیتا کو اب فلمی دنیا کی ہوا لگ چکی تھی۔ جو چسکا لگ گیا تھا کسی صورت چھوٹ نہیں سکتا تھا اس لئے اس نے بڑی تندہی سے ہندوستانی زبانیں سیکھیں اور جلد ہی خود کو ناطق فلموں کے لئے فٹ کر لیا اور ایسٹ انڈیا فلم کمپنی میں داخل ہو گئی ۔۔۔ یکے بعد دیگرے "جمنا پوری" "ایک دن کی بادشاہت" تعلیم یافتہ بیوی۔ سلور کنگ۔ شہر کا جادو۔ چندر گپت اور اچھوتا دامن وغیرہ ناطق فلموں میں اس نے اپنی اداکاری کے خوب جوہر دکھائے اور ایک بڑے حلقے میں اپنی مقبولیت کا سکہ جما دیا۔

بیتا کی اداکاری خود اس کی اپنے "ریاض" کا نتیجہ ہے یہ کسی کی ممنون ہیں عریاں، بازاری، تصنع آمیز کردار سے اجتناب کرتی ہے فلمی دنیا کو کافی دلچسپ سمجھتی ہے۔ اور چاہتی ہے کہ شریف گھرانوں کی عورتیں فلم لائن میں آئیں۔ اس کا خیال ہے کہ گو فلمی نگار خانے رنگین گناہوں کے مرکز ہیں لیکن اگر کوئی عورت اپنا دل اپنے قبضے میں رکھ کر اپنا دامن محفوظ رکھنا چاہتی ہے تو ہرگز کوئی مرد اس سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

موسیقی کی یہ دیوانی ہے۔ پیانو اور ہارمونیم خوب بجا لیتی ہے شعر و سخن کی بھی دلدادہ ہے۔ انگریزی خوب بولتی ہے اردو بھی اب صحیح بول لیتی ہے، اس کی تازہ تصویریں "بمبئی کی سیر" اور پرارتھنا ہیں۔

مادھوری

سڈول لیکن بیحد خوبصورت جسم، حسن جمال کا ایک چلتا پھرتا پیکر، صاف وشفاف برف کی طرح رنگ، سیاہ دراز اور مشکبو گیسو، چاند سی پیشانی، ہلالی ابرو، مخمور آنکھیں، سیب کی طرح رخسار، انار کی کلی کی طرح سرخ اور نرم ہونٹ، موتیوں کے سے چمکدار دانت، حشر ساماں سینہ . . . .

. . . .

وقت تتلی کی طرح بیقرار رہتی ہے جب ایک تیز وطرار اور شوخ معشوقہ کی طرح پردۂ سیمین پر برق سامانی کرتی ہوئی چکا چوند پیدا کرتی ہے تو ہزاروں تماشائی مجنوں ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ایک مدت سے یہ فلمی دنیا پر اپنا سکہ جمائے ہوئے ہے . . . اس کے حسن و شباب کی طرح اس کی شہرت اور ہر دلعزیزی میں ابھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔

یہ ایک معزز اینگلو انڈین خاندان کی نور نظر ہے اصلی نام بیرل کلنس ہے فلمی دنیا میں مادھوری کے پیارے نام سے مشہور ہے ۱۹۱۳ء میں صوبہ متحدہ کے "ہندوستان کے لندن" یعنی نینی تال میں پیدا ہوئی۔ یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے۔ انگریزی نہایت روانی سے بولتی ہے۔ تلفظ بھی بہت اچھا ہے۔ لیکن

ہندوستانی زبانوں میں کوئی خاص مہارت نہیں رکھتی ہے جو اس کی ترقی میں حارج ہے۔ ممکن ہے کہ حسن و شباب کا سورج ڈھلنے کے بعد اس کی یہ کمزوری اس کے لئے نقصان کا باعث ہو۔ یہ اور زبانیں سیکھنے کی کوشش بھی نہیں کرتی۔۔۔ شہسواری اور تلوارزنی سے بھی واقف ہے رفتار و گفتار میں بلا کی دلکشی ہے۔ گانے سے بچپن ہی سے بیحد رغبت تھی کیونکہ وہ ایک میوزک ٹیچر بننا چاہتی تھی آواز بیحد سریلی ہے لیکن گانا نہیں جانتی۔۔۔۔ اس کے گانے سے زیادہ اس کا رونا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۔۔۔ جب مادھوری نے گلشن شباب میں قدم رکھا تو سوسائٹی گرل ہونے کی وجہ سے سوسائٹی کو محبوب تھی اس لئے ہر نوجوان اس کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا لیکن اس نے کسی کی محبت اور منت کی پرواہ نہ کی۔ اور بہتری کوششوں کے بعد بھی یہ خوبصورت چڑیا کسی جال میں نہ پھنسی بلکہ شمع حسن کے پروانوں اور دوست و احباب کے عشق و محبت سے بیگانہ ہو کر اپنی تعلیم میں منہمک رہی۔۔ تعلیم ختم کرنے کے بعد والدین کی اجازت سے بمبئی جا کر رنجیت فلم کمپنی میں ملازمت کر لی۔ یہ راہ اختیار کرنے کے بعد وہ "پردیسی پریتم" میں سب سے پہلے عشاق کی راتوں کی نیندیں حرام کرنے کے لئے پردہ سیمین پر آئی۔ گو "پردیسی پریتم" زیادہ مقبول نہ ہوئی لیکن مادھوری کی چنچل اداؤں اور سرمگیں نگاہوں نے ہزاروں دلوں میں اپنا گھر کر لیا۔ اس کے بعد مادھوری کا "شمیرہ۔ نادرہ" "طوفان میل" "راج رمنی" "ستمگر" "نور وطن" "شادی" اور "مہمان" وغیرہ فلموں میں

اپنی تمثیل کے ممتاز نسوانی کردار پیش کر کے خوب چمکی اور کافی شہرت حاصل کر لی۔۔ دیکھتے دیکھتے وہ صف اول کی ممثلات میں شمار ہونے لگی۔
اس کی شہرت اور مقبولیت دوسری ایکٹرسوں کی طرح چندروزہ نہ تھی بلکہ اس نے مستقل طور پر ہردلعزیزی پائی جس پر آج بھی وہ قادر ہے۔ اس کی تازہ تصویریں "اقرار" اور" مذاق" ہیں — آج کل کچھ خاموش ہے۔

ہندوستان کے فوجی صوبہ کے سیدھے سادھے سپاہی اس کی تیر نگاہ کے بری طرح گھائل ہیں۔ اور یہ ان کی محبوبۂ طناز' اور ملکۂ فلم کا درجہ رکھتی ہے۔
پردۂ فلم پر نت نئے انداز میں اظہار محبت کرنے کا اسے خوب ڈھنگ معلوم ہے۔ جب یہ کسی سے محبت جتاتی ہے تو تماشائی اس کی بے باک اداکاری کے ساتھ اظہار محبت پر پروانہ وار نثار ہونے لگتے ہیں۔ اسے بار بار دیکھنے اور سینے سے لگانے کو دل چاہتا ہے۔ اس کا انداز محبت ایک خاص کمال ہے اور یہ ہی وہ حربہ ہے جس نے نوجوانوں کے دلوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔

المیہ اور سنجیدہ کردار اس کے بس کا روگ نہیں طربیہ اداکاری خوب کر لیتی ہے۔ لیکن غیض وغضب کا مظاہرہ اس قدر قدرتی انداز میں کر جاتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔

اس جواں سال حسینہ کو جو زیور علم سے بھی آراستہ ہے اگر بیجا غرور کا مرض پیدا نہ ہو جاتا تو یقیناً وہ ابھی اور ترقی کرتی اور بہترین ایکٹرسوں میں شمار ہوتی گو آج بھی اس کا مرتبہ کم نہیں ہے لیکن کاش وہ جس مرض میں

مبتلا ہو گئی ہے اس سے محفوظ رہتی تو بے پناہ شہرت کی مالک ہو جاتی۔ اور اس کی شہرت کا ستارہ اس سے بھی زیادہ درخشاں ہوتا... وہ ہندوستانی فلمی دنیا کی ناقابل فراموش ممثلہ ہوتی۔ نقادان فن کا خیال ہے کہ اس کا یہ غرور ایک دن اسے لے ڈوبے گا۔ مادھوری چشم بد دور ابھی مس خام ہے میک اپ اور مصنوعی طریقوں سے حسین بننے کی دلدادہ۔

بھارتی دیوی

بنگال کی یہ ساحرہ جسے بنگال کی چہکتی ہوئی بلبل سمجھا جاتا ہے اپنے نغمات جاں فزا سے روح پر اس طرح چھا جاتی ہے جس طرح کوئل جنگل کے تمام مناظر پر چھا جاتی ہے۔ بھارتی اسکرین کے رومان انگیز مناظر پر بھی چھا جانے کی کافی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کے گائے ہوئے گیت عرصہ تک تماشائی کے دلوں میں کیف و نشاط کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

یہ محبوبۂ بنگال، متوسط اندام، گندمی رنگ، کنول سی پیشانی پھول سے رخسار۔ کلی جیسے ہونٹ۔ ابھرا ہوا سینہ۔ جب ان تمام حشر سامانیوں کو لے کر محو خرام ہوتی ہے تو مردہ دل بھی ایک دفعہ زندگی اور تڑپ محسوس کرنے لگتے ہیں اور شاعر کا یہ شعر مجسم ہو کر سامنے آجاتا ہے ؎

وہ فتنے کہ جن کا حشر پہ اٹھنا تھا منحصر ہر بار تیری چال سے بیدار ہو گئے

اس کی ادائیں اور انداز کردار پر بسا اوقات لیلا ڈیسائی کا شبہ ہوتا ہے۔ جب یہ پردۂ سیمین پر نمودار ہوتی ہے تو تماشائیوں کے دلوں کے پھول کھل جاتے ہیں اور جسم میں سرور و کیف کی رومانی لہریں دوڑنے لگتی ہیں تماشائیوں کی متجسس نگاہیں اسے دیکھ کر پروانہ نثار ہونے لگتی ہیں۔

یہ واقعی اتنی حسین ہے کہ جس نے اسے ایکبار دیکھا اس نے اس کا . . . . .

. . . .

چین و قرار چھین کر اپنی شوخ اور چنچل اداؤں کا ڈیرہ جما دیا۔

بھارتی بلاشبہ ان ایکٹرسوں میں شمار ہوتی ہیں جو آرٹ کو آرٹ سمجھ کر اپنے کردار سے اس میں روح پھونکنا چاہتی ہیں۔ اگر کسی قابل ڈائرکٹر کی نظر کرم ہو گئی تو بھارتی مستقبل قریب میں یقیناً آسمان فلم کا چمکتا ہوا تارہ بن جائے گی "ڈاکٹر" اور "سوگند" اس کی مشہور اور کامیاب تصویریں ہیں جس میں اس نے ناقابل فراموش نسوانی کردار نہایت حسن وخوبی سے ادا کئے ہیں اور اس کی یاد فلم بین طبقوں کے دلوں پر ہمیشہ کے لئے مرتسم ہو گئی ہے توقع ہے کہ آئندہ وہ اس سے بھی زیادہ ہوش ربا ثابت ہو گی۔ عشاق کی نگاہیں اسے کامیابی کی بلندیوں پر دیکھنے کی متمنی ہیں۔ اس کی تازہ ترین تصویریں "کاشی ناتھ" اور "بندو" ہیں۔ اردو بولتی ہے لیکن لہجے میں کافی حد تک بنگالیت نمایاں رہتی ہے۔

رام دلاری

گھنگریالے بال۔ کتابی چہرہ۔ کشادہ پیشانی شوخ نرگسی۔ آنکھیں، خمیدہ ابرو، امنگ انگیز سینہ۔ رام دلاری یوں تو کچھ زیادہ حسین نہیں ہے لیکن یہ اپنے اندر ایک خاص جاذبیت رکھتی ہے جو دیکھنے والوں کی نگاہوں کو رومانی پیام دیتی ہے آنکھیں اس کی طرف بے پناہ کھنچنے لگتی ہیں۔ اور دل میں اس کی طرف سے میٹھی میٹھی محبت پیدا ہونے لگتی ہے۔ سیدھے سادھے طریقہ پر وہ کچھ زیادہ اچھی نہیں لگتی لیکن جب ادا و ناز کے ساتھ معشوقانہ انداز میں چلتی ہے تو بوڑھے دل میں بھی دھڑکن پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس کی مخمور آنکھیں دو ایسے جام شراب ہیں جس سے دیکھنے والا ... مخمور ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ شراب ہے جس کا کیف و سرور انسان کو اس کی ہستی سے بے خبر کر دیتا ہے۔

رام دلاری نے "پردہ نشین" اور "چترلیکھا" میں مختلف موقعوں پر ممتاز نسوانی کردار پیش کئے ہیں اور حسن اداکاری کے ایسے ثبوت فراہم کئے ہیں کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ نقادان فن کا خیال ہے کہ اگر یہ اسی طرح کچھ عرصہ تک کامیاب ڈائرکٹروں کی زیر ہدایت کام کرتی

رہی تو بہت جلد ملک میں زبردست شہرت ومقبولیت حاصل کریگی۔
یہ سنجیدہ اور متین کردار بڑی خوبی سے ادا کرجاتی ہے اور حزنیہ مناظر کی بھی ایک اچھی اداکارہ ہے۔
یہ موسیقی کی بہت دلدادہ ہے۔ بہت اچھا گاتی ہے "چترلیکھا" میں سائیڈ رول کو بخوبی نبھایا ہے۔ اس فلم کے گانے اس کی بدولت مقبول خاص وعام ہوئے ہیں۔

گلاب

یہ اسم بامسمیٰ ایکٹرس ۱۰ر جنوری ۱۹۰۹ء کو جموں (پنجاب) کے ایک گل فروش کے گھر پیدا ہوئی کسے خبر تھی کہ ایک دن یہ مالن بچی خود گلستان فلم کا مہکتا ہوا پھول بن جائے گی۔ اصلی نام سرسوتی دیوی ہے لیکن چمنستان فلم میں گلاب کے نام سے مشہور ہے۔

گلاب کو شہرت اور نام و نمود کی بچپن ہی سے بہت چاہ تھی تھوڑی سی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پندرہ سال کی عمر میں اپنی دھن کی پکی یہ شوخ الھڑ لڑکی ۱۹۲۴ء میں عزت و شہرت کے حصول کی غرض سے اداکاری کا ارمان دل میں لئے ہوئے شری کرشنا فلم میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر ہیروئن کی خدمات انجام دینے کی غرض سے ملازم ہوئی۔

نرم و نازک جسم بیضوی خوبصورت چہرہ مخمور اور شوخ نرگسی آنکھیں انار کے دانوں کی طرح دانت، دلوں میں چبھ جانے والی پلکیں، گلاب کی طرح رخسار، صراحی دار گردن پیارے پیارے گیسو، قد رعنا مضبوط اور ٹھوس جسم (۳۵) گرما و سرما دیکھنے کے بعد بھی سینے کا زیر و بم اپنی حشر سامانی کا اعلان کر رہا ہے۔ اس کا تبسم اور پلکیں جھپکانا آج بھی اپنے اندر

ہزاروں بجلیاں پنہاں رکھتا ہے . . . . بڑی ہی خوشپوش اور زیبائشات کی دلدادہ واقع ہوئی ہے ۔ حد درجہ آزاد اور فیشن پرست ہے ۔ گلا اچھا پایا ہے لیکن فن موسیقی سے پوری طرح واقف نہیں ۔ البتہ میوزک ڈائرکٹر کی توجہ پر کچھ گا لیتی ہے ۔ لیکن رقص نہیں جانتی ۔

گلاب نے خاموش اور ناطق دونوں طرح کی کم و بیش ڈیڑھ سو فلموں میں کام کیا ہے ۔ وہ المیہ کردار سنبھالنے سے قاصر ہے ۔ البتہ مسرت افزا اور طربیہ مناظر پر بہ آسانی اپنی صلاحیتوں سے چھا جاتی ہے ۔ اور بسا اوقات بڑی ہی خوبی سے اپنے طربناک کردار کا رنگ فلم بین طبقے پر جما لیتی ہے ۔ طوائف، آبرو باختہ اور بازاری عورتوں کا پارٹ ادا کرنے میں ید طولیٰ رکھتی ہے ۔ وہ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہے . . پھر بھی مکالمہ بخوبی ادا کر لیتی ہے اردو تلفظ درست ہوتے ہیں ۔ کبھی کبھی ہندی مکالموں میں کچھ لکنت پیدا ہو جاتی ہے ۔

گلاب مجموعی طور پر خوبصورت ہے . . . اس کی آنکھوں میں ایک خاص دلکشی، اور جاذبیت ہے ۔ جب وہ اپنی آنکھوں سے اشارے کرتی ہوئی اپنے خوبصورت لباس کے ساتھ اپنی اداؤں کی بوچھار کرتی ہے تو نوجوان آج بھی اسے پیار کرنے کے لئے بیقرار سے ہو جاتے ہیں ـــــ کبھی کبھی . . . . وہ بے حد جاذب نظر بن جاتی ہے ۔ اظہار عشق کے وقت وہ اس انداز سے اپنی پلکوں کو جنبش دے کر اپنی حسین آنکھوں کو جذبات کا مظہر بنا لیتی ہے اس کا چہرہ عشق و محبت کا مکمل ترجمان نظر آتا ہے ۔ اور بے ساختہ

FILIMI·TITLIAN

Molina & Jumna

داد دینی پڑتی ہے ——— یقیناً اس میں اداکاری کی صلاحیت ہے۔
... لیکن افسوس یہ ہے کہ اسے کوئی قابل ڈائرکٹر نصیب نہ ہوا۔
جو اس کی ان پوشیدہ صلاحیتوں سے کام لے سکتا۔

گلاب ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۰ء تک ہیروئن کے کردار کرتی رہی۔
اور اب ویمپ اور اہم نسوانی کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے اہم فلم
"نئی دنیا" "فیشن ایبل انڈیا"۔ نیا سنسار اور "رانجان" وغیرہ ہیں" بالا جوبن"
میں اس نے اپنے رقص و سرود کا بھی مظاہرہ کیا ہے۔ "پورنیما" اور "پیاس"
میں جو اداکاری گلاب نے کی ہے اسے پبلک نے بہت پسند کیا ہے۔

یہ فلمی زندگی کو بہت دلچسپ سمجھتی ہے کشیدہ کاری اور سوئی کے
کام سے اسے بہت رغبت ہے خوش پوشی پر مرتی ہے پارٹیوں اور
جلسوں میں ایک رنگین تیتری کی طرح ادھر سے ادھر پھدکتی رہتی ہے
بالوں کو بڑے اہتمام سے سنوارتی ہے۔

گلاب کے متعلق یار لوگوں میں اکثر و بیشتر عجیب و غریب بدنامی
افواہیں گشت لگاتی رہتی ہیں۔ اور یہ کچھ ہے بھی رومان پرور۔

جمنا

پیاری پیاری من موہنی صورت، دلکش آنکھیں۔ بانکے ابرو چھریرا بدن رفتار وگفتار دونوں میں قیامت کی کشش ہے۔ پردۂ سیمین کی یہ وہ مایۂ ناز ممثلہ ہے جو المیہ و حزنیہ کردار پیش کرنے میں ہندوستان کی ایکٹرسوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ پردۂ فلم پر وہ ایک شریف گھرانے کی سیدھی سادھی سنجیدہ دوشیزہ معلوم ہوتی ہے گو کہ بسا اوقات شوخ بھی بن جاتی ہے لیکن اس شوخی میں بھی متانت اور سنجیدگی کو کبھی نہیں چھوڑتی یہ اپنے بالوں کو عموماً پیچھے کی طرف اکٹھا کر کے باندھ لیتی ہے۔ جمنا ایک ایسی اداکارہ ہے جو ایکٹ نہیں بلکہ تماشائیوں پر سحر کرتی ہے۔ جب المیہ مناظر میں اپنے گورے گورے چہرے پر مارِ سیاہ کی طرح لہراتے ہوئے بالوں کی لٹیں ڈال کر اور غم و اندوہ کی مجسم تصویر بن کر سامنے آتی ہے تو دیکھنے والے بھی مغموم و پریشان ہو جاتے ہیں۔ المیہ مناظر سے ہٹ کر جب جمنا اپنے حسین گورے چہرے سے زلف دوتا کو ہٹا کر اپنی دلفریب۔ نوخیز اداؤں کے ساتھ سینہ تان کر ایک محبوبہ طناز کی طرح پردہ پر جگمگاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدر کامل گہن سے نکل آیا۔

جمنا ہندوستانی فلمی دنیا کی بہترین ممثلہ ہے جسے یہ کمال حاصل ہے کہ وہ المیہ اور طربیہ ہر دو کردار کو ایک فن کار اور ماہر ترین ممثلہ کی طرح ادا کرتی ہے ۔ اس کی اداکاری تصنع اور بناوٹ سے یکسر پاک ہوتی ہے۔ وہ مختلف جذبات و تاثرات کو اپنے کردار میں اس بے ساختگی کے ساتھ فطری طور پر ادا کرتی ہے کہ حیرت ہوتی ہے ۔

اس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ تاثیر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اور سننے والوں کے کانوں سے اتر کر دل کی گہرائیوں میں گھر کر جاتا ہے ۔

ناظرین فلم کو ایک لمحہ میں غمگین و دل شکستہ اور دوسرے لمحہ قہقہوں کی دنیا میں پہنچا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جب وہ اپنے معصوم چہرے پر رنج و غم کے جذبات طاری کر کے اور اپنی حسین آنکھوں کو اشک آلود کر کے خوبصورت رخساروں پر چمکتے ہوئے موتی لے کر رنج و محن کی سسکیاں بھرتی ہوئی تماشائیوں کے سامنے آتی ہے تو سینما ہال رنج و الم کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے ۔ اس کا معصوم چہرہ دیکھ کر سخت دل بھی اس کے ساتھ اشکبار ہو جاتے ہیں ۔ ہزاروں دلوں میں ٹیسیں اٹھنے لگتی ہیں ۔ سینکڑوں آنکھیں رونے لگتی ہیں۔ یہ ہے آرٹ کی معراج جو بلا مبالغہ دوسری ایکٹرسوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں ۔

اس کی مشہور ترین تصویر جو نہ صرف اس کی شاہکار تھی بلکہ اسے بلاشبہ ہندوستانی صنعت فلم سازی کا سرمایۂ حیات کہا جا سکتا ہے ۔ "دیوداس" ہے ۔ یہ وہی تصویر ہے جس نے اس کو ہر بے بہا کو نقادان فن سے آشنا

کرایا۔ "دیوداس" میں ادا کئے ہوئے اس کے اول و اداکاری آجتک فلم بین طبقے کے دل و دماغ سے اتر کر روح کی گہرائیوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ اور اس تصویر کے ذریعہ جمنا نے اپنے کو فلمی دنیا میں لافانی بنا لیا۔

جمنا تعلیم یافتہ ہے لیکن مغربی تہذیب و تمدن سے متاثر نہیں بلکہ مغربیت کی تقلید سے متنفر ہے۔ جاہ و دولت کے خزانوں اور اس کے مالکوں سے بھی اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں اس کی خانگی زندگی نہایت سادہ اور ایک ٹھیٹ مشرقی خاتون کا نمونہ ہے۔

آرٹ کے دیوانے نوجوانوں کے دلوں کی یہ ملکہ جو جوان دلوں پر آناً فاناً میں قبضہ کر لیتی ہے وہ دل پھینک نوجوان اپنے تصورات کی حسین دنیا لئے راتوں کی سنسان فضاؤں میں اس کے شمع رخ کے پروانہ وار بن کر حسن رخ کی بلائیں لیتے ہوئے کالی کالی زلفوں میں کھو جاتے ہیں۔

دیوداس کے خالق ڈائرکٹر بروا کی نظر انتخاب نے جمنا کو نہ صرف دیوداس کے لئے منتخب کیا تھا بلکہ خود اپنی زندگی کے لئے بھی چن لیا تھا۔ یہ نظر تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور بالآخر اس کا اختتام شادی پر ہوا۔ دیوداس میں جو حسین لڑکی مسز بروا کی ماں بنی تھی وہ زندگی کے افسانہ میں شریک زندگی بن کر نمودار ہوئی۔ "دیوداس" کے بعد جمنا نے "ادھیکار" اور "منزل" وغیرہ میں اپنے جوہر کمال کی اس طرح نمائش کی کہ شہرت کے آسمان پر ماہتاب بن کر چمکنے لگی۔ شادی کے بعد ماہ عسل کیلئے یہ دونوں یورپ روانہ ہوئے اور سیر و تفریح کے ساتھ وہاں کے مختلف نگارخانوں میں آرٹ

کے پھول چنتے رہے۔۔۔جب وہ واپس آئے تو ہندوستانی چنتان فلم کے لئے آرٹ کے بہت سے نادر نمونے لے کر آئے یہاں آ کر ان دونوں نے "زندگی" کو فلمایا لیکن کہانی کی فلسفیانہ شان اور ڈائرکشن کی لوتی لطافتوں کی وجہ سے عوام بالکلیہ محظوظ نہ ہو سکے اِس لئے فلم مقبول نہ ہوئی اس کے بعد اپنے شوہر کی کمپنی کے تیار کردہ فلم "جواب" اور "رانی" میں جمنا نے سماتی شہرت حاصل کر لی۔ فلمی دنیا آئندہ بھی اس سے بہت کچھ توقع رکھتی تھی لیکن اب کچھ عرصہ سے یہ خاموش ہے دیکھئے پھر کب سورج بنکر نمودار ہوتی ہے

راج کماری شکلا

فلمی دنیا کی مشہور کیرکٹر اور ویمپ کردار پیش کرنے والی ممثلہ راجکماری شکلا جو ۱۹۰۳ء میں کلکتہ کے ایک مشہور برہمن خاندان میں پیدا ہوئی بنگالی گجراتی۔ ہندی اور اردو میں اچھی خاصی دسترس رکھتی ہے۔ شکلا کی زندگی بذات خود ایک ٹریجڈی ہے۔ اس نے فلمی لائن شوق اور ذوق سے بہت کم لیکن چند مجبوریوں سے بطور خاص اختیار کی ہے۔ اس کی زندگی کی ابتدا ایک شریف ہندوستانی خاتون کی طرح سے امور خانہ داری سے شروع ہوئی اور مشرقی تہذیب و تمدن کی وہ ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ شادی کے بعد چند نامعلوم وجوہات کی بناء پر سسرال میں اس کی نہ نبھ سکی۔ وہاں اسے بہت ہی آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس کے شوہر نے اسے بری طرح سے زدوکوب کر کے گھر سے نکال دیا۔ اپنے سوامی کی راندہ درگاہ اور زندگی سے بے زار شکلا اپنی مجبوریوں کی وجہ سے جگناتھ پوری چلی گئی۔ یہ اس کے لئے ایک اچھی پناہ گاہ ثابت ہوئی۔ گو گھر بار چھوٹنے کا غم ضرور تھا لیکن تیرتھ میں اسے سسرال کے مصائب سے چھٹکارا مل گیا تھا۔ وہاں کے ایک پجاری نے رفتہ رفتہ اس کے حالات معلوم

کر کے اس کے والدین کو اس کی موجودگی کی اطلاع کر دی۔ یہ اطلاع پا کر شکلا کی بڑی بہن اسے دوبارہ سمجھا بجھا کر اپنے ساتھ واپس لے آئی۔ یہ پھر اپنے گھر پر رہنے لگی۔ اس کے گھر سے قریب تر گجراتی بابا نامی ایک صاحب رہا کرتے تھے جو ایکٹر بھی تھے۔ شکلا ان سے تھیٹر کے پاس لیکر اکثر تھیٹر دیکھنے جایا کرتی تھی۔ تھیٹر دیکھتے دیکھتے اس کے جوان دل میں کچھ شوق پیدا ہو چلا تھا۔ اس کی غم انگیز زندگی سے متاثر ہو کر گجراتی بابا نے اسے تھیٹر میں نوکری کرنے کی رغبت دلائی۔ اس لئے وہ ۱۹۳۳ء میں میڈن تھیٹر میں شریک ہو گئی۔ آج جس شکلا کو فلم بین طبقہ زیادہ تر ویمپ کردار کرتے ہوئے دیکھ کر لرز اٹھتا ہے ـــ کسی وقت اس میں نسوانیت کی رعنائیاں بھی پائی جاتی تھیں ـــ اس نے اکثر فلموں میں ہیروئن کا کردار بھی ادا کیا ہے۔ اُس وقت وہ ایک ہلالی ابرو، تیز آنکھوں کشادہ پیشانی، سیاہ زلفوں والی ایک جذباتی ممثلہ تھی۔

میڈن تھیٹر کے بعد شکلا مختلف فلم کمپنیوں میں کام کرتی رہی اس نے خاموش فلموں کے علاوہ بے شمار ناطق فلموں میں کام کیا ہے انتظار، زیور، جگت موہنی، فریاد، چاندنی، شاردا، پنگھٹ، تلسی، سوامی، ایک رات، من کی جیت، اسکول ماسٹر، دلہن، بدلتی دنیا، آنکھ مچولی، راج نرتکی، جھولا، نجمہ اور فریاد میں قابل داد پارٹ ادا کر چکی ہے۔ جن میں سے کیرکٹر کے اعتبار سے سوامی۔ ایک رات۔ جھولا۔ فریاد اور دلہن اس کے شاہکار ہیں اور پبلک نے بھی ان تصویروں کو بہت پسند کیا ہے۔

اس کی تعریف میں لکھنؤ کا ایک اخبار لکھتا ہے کہ " ہندوستانی پردۂ فلم کی وہ ممثلہ جو کہیں ایک مہربان ماں نظر آتی ہے اور کہیں جل ککڑی ساس اور شوہر کو فدوی بنائے رکھنے والی غضبناک بیوی۔ دراصل یہی فن کا کمال ہے کہ ایک اداکار جس کردار کو پیش کرے اسے اصلیت کا جامہ پہنا دے راجکماری شکلا اس قسم کے کردار ادا کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی"۔

فلمی زندگی کو نہایت حقیر سمجھتی ہے اور محض اپنی ضعیف بہن اور اس کے بچوں کی پرورش کے خیال سے اسے نبھائے جا رہی ہے۔ عبادت و ریاضت اس کا بہترین مشغلہ ہے۔ فرصت کا تمام وقت اسی میں گزارتی ہے۔ اکثر اپنی حالت پر روتی رہتی ہے۔ اپنی پرائیوٹ زندگی میں نہایت خوش مزاج، خلیق اور متواضع واقع ہوئی ہے۔

یشودھرا کاٹجو

پردۂ سیمین کا یہ نوخیز ستارہ یشودھرا کاٹجو ۱۵ اپریل کو۔۔۔
لاہور میں نمودار ہوا۔ یہ ایک مشہور معزز کشمیری برہمن خاندان کی نور نظر ہے
یشودھرا کے والد مسٹر کے۔ ایل۔ کاٹجو جو یوپی گورنمنٹ کے وزیر بھی رہ چکے
ہیں ایک ممتاز اور مشہور سیاست داں تھے۔

یشودھرا کا خاندان۔۔۔ عرصہ دراز سے لکھنؤ میں بود و باش
رکھتا تھا اس لئے اس نے لکھنؤ سے جونیر کیمبرج تک تعلیم حاصل کی کلاسیکل
رقص سے بھی واقف تھی۔ اکثر لکھنؤ کی مخلوق اس کے رقص کے مظاہرے
دیکھ چکی تھی۔ گو اس فن سے یشودھرا کو فلمی دنیا میں کوئی مدد نہ ملی۔

یہ بچپن ہی سے آزاد فضا میں پرورش پا چکی تھی۔ فلمی دنیا سے بہت
دلچسپی رکھتی تھی۔ اتفاقاً ایک موقع ہاتھ آ گیا۔ اور صاحب حشمت باپ کی
بیٹی ۱۵ اگست ۱۹۴۱ء کو نیشنل اسٹوڈیو میں شریک ہو گئی۔

یشودھرا کشمیر میں پیدا نہیں ہوئی تو کیا ہوا ہے تو آخر کشمیری
ہی ـــــ جنت نظیر کشمیر کا حسن کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ کشمیری
ماں باپ کی یہ اولاد۔۔۔ ارض بہشت لکھنؤ میں پلی بڑھی اور پروان چڑھی

اس طرح اور بھی سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

بیضوی چہرہ پر مشکبو گیسو' کنول کے پھول کی طرح پیشانی' گھنے ابرو' نرگسی آنکھیں' گلاب سے رخسار' آرزو پرور سینہ' خوبصورت بازو' قد رعنا' بحیثیت مجموعی کافی کشش اور جاذبیت کی ملکہ۔

یشودھرا کو فلمی دنیا میں آئے ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تاہم وہ کافی شہرت حاصل کر چکی ہے ـــ بہت سے دل اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہو چکے ہیں۔ اس نے مختلف کمپنیوں میں رہ کر کام کیا ہے۔ لالہ جی' مہاتما ودر' دلہن اور وجے لکشمی میں سائیڈ ہیروئن اور ہیروئن کی حیثیت سے نہایت کامیاب اور قابل داد تمثیل کے جوہر پیش کئے ہیں۔

یہ لکھنؤ کی نازک پری "مہاتما ودر" میں شاما بن کر آئی ـــ اور اپنے شیدائیوں سے کافی داد وتحسین حاصل کی۔ "دلہن" میں میرا کا کردار اسی نے کیا ہے جو کافی جاذب توجہ اور کامیاب تھا۔ یہ دونوں تصویریں اسکی شاہکار ہیں ـــ پبلک نے بھی ان فلموں کو بہت پسند کیا ہے۔

فلمی لائن کے متعلق اس کے خیالات لکھنؤ کے ایک اخبار نے یوں لکھے ہیں کہ "فلمی دنیا کے متعلق آپ کا خیال ہے کہ یہ خود ایک مختصر سی دنیا ہے۔ اور ایسی حالت میں اس کا دلچسپ ہونا ناگزیر ہے"۔

مطالعہ اور رقص سے اسے غیر معمولی رغبت ہے۔

سردار اختر

غزالی آنکھیں، نازک رخسار، شاداب ہونٹ، مرمریں سینہ، خوبصورت جسم، قد لانبا، آواز بیباک اور چنچل۔ چہرہ پر ہمیشہ ایک خاموشی سی طاری رہتی ہے۔
فلمی دنیا کا یہ روشن ستارہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء کو لاہور میں نمودار ہوا اور "ہیرامنڈی" کی فضاؤں میں اپنی اداؤں سے ارتعاش پیدا کرنے لگا۔ سردار اختر اور اس کی بہن بہار اختر کو ان کی ماں نے بچپن ہی سے رقص و موسیقی کی تعلیم دی۔ کیونکہ وہ خود ایک کامیاب رقاصہ اور مغنیہ تھی۔ چنانچہ ان دونوں بلبلوں کے نغمے بیکار ثابت نہ ہوئے بلکہ شروع ہی سے یاران طریقت کے پہلو اور اپنی جیب گرم کرنا خوب جانتی تھیں، لیکن ان کے قدردان گاہک نے ان دونوں کو ہیرامنڈی سے اٹھا کر اپنے نگارخانہ میں لا رکھا۔ یہ تھے مسٹر کاردار۔ کاردار نے دونوں بہنوں کو اپنی فلموں کے لئے ملازم رکھ لیا۔ ابھی فلم آدھا بھی نہیں فلمایا گیا تھا کہ سردار اختر کی بہن بہار اختر خود اپنے مالک کے دل پر حکومت کرنے لگی۔ اور نگارخانہ کے بجائے مسٹر کاردار کے دل میں زینت بخش ہونے لگی۔ آخر کار فلم مکمل ہونے سے قبل عشق کا دستور مکمل ہو گیا۔ اور پھر دونوں نے شادی کر کے دل کی تمنائیں پوری کر لیں۔ اب بہار اختر

بہار بن کار دار کے دل پر حکومت کر رہی تھی اور پھولوں کی سیجوں پر دعوت کیف نشاط ہو رہی تھی۔ لیکن سردار اختر راتوں کو ہیرا منڈی کی یاد دل میں لئے انگاروں پر لوٹتی رہتی۔ یالآخر یہ بلبل بھی لاہور سے اٹھ کر کلکتہ پہنچ گئی اور یہاں ایک مشہور تھیٹریکل کمپنی میں ملازمت کر لی چونکہ تھیٹر کمپنی میں ہیرا منڈی کا کچھ نہ کچھ دستور دھرایا جاتا رہتا ہے۔ اس لئے اب سردار اختر مطمئن تھی اور اس کے ناز و نخروں، اور اداؤں کے ہزاروں قدردان پیدا ہو گئے تھے جنھوں نے بڑی بیتابی کے ساتھ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ جب یہ کمپنی کلکتہ سے بمبئی پہنچی تو اس وقت تک سردار اختر اپنی عشوہ طرازیوں اور محبوبانہ انداز و ناز کی وجہ سے کافی شہرت حاصل کر چکی تھی۔

بمبئی میں اس کی مستی تھیٹریکل اداؤں اور غمزوں کو کافی مقبولیت ہوئی اس کے طوائفانہ رقص و سرود یار لوگوں کے دل میں گھر کر گئے اس کا گانا سن کر ہزاروں دل اس شمع رخ کے پروانے بن گئے۔ چنانچہ اس کی کامیابی اور شہرت سے متاثر ہو کر سروج موویٹون نے گرانقدر معاوضے پر اس گل تر کی خدمات ۱۹۳۱ء میں حاصل کر لیں۔۔۔ یہ سب سے پہلے "عید کا چاند" بن کر پردۂ سیمیں پر نمودار ہوئی۔ یہ تصویر اس کے حسن کے ساتھ اس کے گانوں کی وجہ سے کافی مقبول ہوئی۔ اور اس طرح یہ دن بدن فلم بین طبقے میں بھی روشناس ہوتی گئی۔ "عید کا چاند" کے بعد یہ نقش سلیمانی، غافل مسافر، حسن کا غلام، پیا کی جوگن، گناہ کی رات اور مصر کا خزانہ وغیرہ فلموں میں اپنی اداکاری کے جوہر دکھاتی رہی۔

سردار اختر کی اداکاری سنجیدہ طبقے کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی البتہ وہ اپنی بے باکانہ اور بازاری حسن اداکاری کے لئے ہیرا منڈی سے دلچسپی رکھنے والے طبقے میں آج بھی کافی مقبول ہے۔ یہ عریاں اور بازاری عورت کی تمثیل بڑی خوبی سے پیش کر سکتی ہے برخلاف شہزادیوں اور دیویوں کا پارٹ کرتے ہوئے بلبلے کی طرح بیٹھ جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کا شمار ممتاز ایکٹرسوں میں نہیں ہوتا ہے۔ لیکن پھر اس کا جوبن اور حسن پردۂ سیمین پر خوب چمکتا ہے اور یہ ہی جوبن اور عریاں حرکات پیغام عشق و ہوس بنکر اپنے مخصوص طبقے میں خوب خوب داد حسن لیتا ہے۔ پندرہ سال فلمی دنیا سے وابستہ رہنے کے باوجود وہ ہیرا منڈی کی ادائیں، نخرے، انداز اور حرکات و سکنات اس کے بشرے سے عیاں ہوتے ہیں۔ سردار اختر کے متعلق یار لوگوں میں عجیب و غریب حکایات مشہور ہیں۔ یہ قیمتی اور فاخرہ لباس کی بہت دلدادہ ہے اور اس سے اس کی جہالت اور ڈھلتا ہوا حسن ایک حد تک چھپ جاتا ہے۔ تصاویر کھینچانے کا اسے بیحد شوق ہے۔ یہ اپنے کردار کیلئے ہمیشہ ڈائرکٹر کی نظر کرم کی محتاج رہتی ہے۔

پورنما۔ دھرم کی دیوی۔ پرتیما۔ سماج۔ پکار۔ عورت۔ نئی روشنی آسرا اس کی مشہور تصویریں ہیں۔ دوہائی۔ مالن۔ فیشن۔ تماشا اور راحت اس کی تازہ ترین فلمیں ہیں۔ "فیشن" میں اس نے خود کو کافی سدھار لیا ہے۔

خورشید

حسین پیشانی، حسین آنکھیں، حسین عارض، حسین ابرو، حسین رخسار، حسین بازو اور حسین سینہ گویا ایک حسن مجسم ہے۔ نازک لچکدار کمر، چہرہ پر ہمیشہ ایک قسم کی شوخی رقصاں رہتی ہے۔ آج جس خورشید کی ضیا پاشیوں سے پردہ سیمیں جگمگا رہا ہے جس کی ہندوستان گیر شہرت کا ستارہ اوج پر ہے اور جس کا آفتاب حسن نصف النہار پر پہنچ رہا ہے اس نے ۱۹۱۹ء میں ہندوستان کے اس مقدس شہر میں جنم لیا جسے اقبال کمانسوں نے گرمایا تھا۔ تیرو تبر سے کھیلنے والے راجپوت اجداد کی یہ آل پردہ سیمین کی کامیاب اور مقبول ترین خوش گلو مغنیہ بن گئی۔ "طاؤس و رباب آخر"

اس کا شمار ان اداکاروں میں ہوتا ہے جن کی تصویر یہ لوگوں کے دل و دماغ پر منقش ہو جاتی ہے۔ اور جس کی وہ ہر وقت پرستش کرتے ہیں۔ خورشید کا شمار بھی ان ہر دلعزیز مغنیہ اور اداکارہ میں ہوتا ہے جس پر فلمی دنیا ناز کر سکتی ہے یہ پنجاب کی وہ واحد ایکٹرس ہے کہ جس کے گائے ہوئے گیت لوگ گلی گلی اور کوچے کوچے میں گاتے پھرتے ہیں بلکہ اس کے گیتوں نے گلی کوچوں سے گزر کر امرا کے محلات اور غربا کی جھونپڑیوں میں بھی

نغمہ روح پیدا کر دیا ہے جب یہ الاپتی ہے تو نوجوانوں کے حساس دلوں کی آرزوؤں کے ٹھاٹیں مارتے ہوئے سمندر میں تموج پیدا ہو جاتا ہے۔ مزا تو یہ ہے کہ جب خورشید نے فلمی دنیا میں قدم رکھا تو اس وقت یہ موسیقی سے قطعی نابلد تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے اس فن میں وہ کمال حاصل کر دکھایا جو اکثر لوگوں کو تمام عمر سر دھننے کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اس کے والدین قدامت پسند قسم کے لوگ تھے۔ چنانچہ اس کو ماحول کے مطابق تعلیم و تربیت دی گئی۔ گو کہ اس کا طبعی رجحان اوائل عمری ہی سے اداکاری اور موسیقی کی طرف تھا لیکن اس کے والد نے جو پنجاب ہائی کورٹ کے ایک ناظر تھے۔ اس کو دینیات، اردو ـــــ اور فارسی کی تعلیم دلوائی۔ اس کو بچپن ہی سے فلمیں دیکھنے کا بے حد شوق تھا اور یہ شوق ایک والہانہ صورت اختیار کر گیا تھا۔ چنانچہ جب یہ کوئی فلم دیکھ کر آتی تو گھر میں اس فلم کی جستہ جستہ اداکاری کی ہو بہو نقل اتارا کرتی۔ اس کی نقالی سے گھر کے تمام لوگ متحیر ہو ہو جاتے۔ اور اس کی ہمجولی لڑکیاں اس سے فرمائش کر کے نقل کرواتیں اور پھر خود ہی اس کی دل پسند اداؤں پر ہنستے ہنستے لوٹ جاتیں کسے معلوم تھا کہ یہ ننھی سی جان جو آج گڑیوں کا کھیل سمجھ کر فلمی نقلیں کر رہی ہے ایک روز سچ مچ ایسا ہی کرے گی۔

اس کا فلمی جنون دن بدن بڑھتا گیا۔ ایک روز یہ جنون خاندان کی عزت و ناموس پر بلائے بیدرماں بن کر یوں نمودار ہوا کہ اس نے اپنے اعزا کے سامنے اپنے دلی رجحانات کا راز خود ہی فاش کر دیا اور اپنے

والدین سے کہہ دیا کہ وہ ایک فلمی ایکٹرس بننے کا تہیہ کر چکی ہے۔ قسمت کے رازوں سے ناآشنا مردوں اور پرانے خیال کی عورتوں نے جب یہ الفاظ سنے تو ان پر ایک بجلی سی گر گئی۔ تمام اعزا و اقربا نے خاندان کی لاج کو خاک میں ملتے دیکھ کر اس کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کے لئے ہزاروں تدابیر کیں۔ عورتوں نے منت وزاری کر کے اس کو سمجھایا کہ وہ اپنے خیالات تبدیل کر دے لیکن مشیت ان تمام بے سود آہ وزاریوں پر مسکرا رہی تھی۔ آخر ایک دن اس چودہ سالہ مہ جبین نے اپنی بندشوں کے نقاب سے خود کو بے حجاب کر لیا... خاندان کی تمام ترکوششوں کو پس پردہ ڈال کر... حائل ہونیوالی رکاوٹوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر اس گھر کو خیرباد کہہ دیا جس میں اپنی زندگی کی چودہ بہاریں دیکھ کر جوانی سے ہمکنار ہوئی تھی۔

گھر سے بے گھر ہو کر اس نے لاہور کی ہند ماتا سنے ٹون کمپنی میں ملازمت کر لی۔ کمپنی نے بلا کسی تردد کے اسے ایک پنجابی فلم "مرزا صاحبان" کی ہیروئن کا کردار سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ یہاں کام کرنے کے بعد یہ بمبئی چلی گئی... وہاں سروج موویٹون میں شامل ہو گئی... یہیں سے اس نے ترقی کے زینے پر قدم رکھا۔ اس کے بعد ڈائرکٹر عذرا نے "ستارہ" میں ہیروئن کیلئے اسے منتخب کیا۔ اس فلم میں خورشید نے بے مثل اداکاری کا مظاہرہ کیا جس سے اس کو وہ شہرت حاصل ہو گئی جس پر پرانی سے پرانی ایکٹرسیں رشک کرنے لگیں۔ اس کے بعد اس نے "پردیسی" "شادی" "بھگت سورداس" اور "نرس" وغیرہ فلموں اپنی لاجواب اداکاری کا سکہ جما دیا۔

یہ آرٹ کی دیوانی جس کا طرز گفتار ریوکارانی اور نغمہ کانن بالا اور کردار دیگر ایکٹرسوں سے کسی طرح کم نہیں اس مقبولیت اور ہمہ گیر شہرت کے باوجود فلمی دنیا سے بیزار ہو گئی ... وہ چاہتی ہے کہ اس زندگی سے جلد از جلد الگ ہو کر کسی گوشۂ تنہائی میں بقیہ زندگی گزار دے۔

رہئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو

وہ چاہتی ہے کہ ایک ایسا گوشۂ عافیت ہو جہاں دنیا کی ہلچل شور و شغب کی ہوا بھی نہ پہنچ سکے۔ وہاں ڈائرکٹر اور کیمرہ مین کی ہدائیتوں کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ نہ عشاق کے نالہ و شیون ہوں نہ مبصرین کی نمک پاش تنقیدیں، نہ نوجوانوں کے منت و زاری اور شادی کے پیامات سے لبریز خطوط کی بھرمار ہو... لیکن سوال یہ ہے کہ مسٹر لالہ یعقوب اسے پسند کریں گے؟

خورشید ایک ایسی پہیلی بن گئی ہے جو کبھی نہ بوجھی جا سکے۔ آج ہزاروں اسے دیکھنے کے لئے اور سینکڑوں دل اس کی محبت کے لئے بے قرار ہیں لیکن وہ ہے کہ اپنی حسین کلائی محبت کی دیوی سے چھڑا کر ایک خانہ بدوش کی طرح جنگلوں میں زندگی بسر کرنا چاہتی ہے؟

خورشید کا بیان ہے کہ میں نے گانا ریڈیو میں سیکھا۔ رقص نہیں جانتی ہوں میں نے ڈائرکٹر کی نظر عنایت کی کبھی پروا نہیں کی نہ اسے کوئی فخر سمجھا۔ میرا دامن ان آلودگیوں سے پاک ہے۔ انگریزی اب بخوبی لکھ پڑھ لیتی ہوں

قرآن شریف روزانہ پڑھتی ہوں۔ میں علامہ اقبال مرحوم کی گود میں کھیلی ہوں اور وہ مجھ پر بیحد مہربان تھے" "پردیسی" اور "ستارہ" اس کے شاہکار ہیں۔ آج چہرے کی جھائیوں اور داغوں نے غازوں کا محتاج کر دیا ہے۔ گھریلو زندگی سے اسے بیحد انس ہے۔ اور یہ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتی ہے۔

خورشید علامہ اقبال کے خواب کی کتنی الٹی تعبیر بن کے رونما ہوئی ہے لیکن ہمیں کڑھنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ؎

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے
بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہیئے

روز

روز کا اصلی نام روز مصبعیہ اور فلمی نام مس روز ہے۔ یہ "سدا بہار روز" درحقیقت گلاب کا پھول ہے بعض وجوہات کی بناء پر اس کا شمار ہندوستان کی خوبصورت ترین مثلات میں ہوتا ہے۔ یہ نہایت خوش پوش واقع ہوئی ہے۔ ہمیشہ بیش بہا اور قیمتی لباس پہنتی ہے۔ اس کی خوش لباسی نے اسے خوش پوش ملکہ کا لقب دے رکھا ہے۔

جب کلکتہ کے سر سے راجدھانی کا سہرا اتر کر دہلی کے سر پہ بندھ رہا تھا تب "روز" ۱۹ رجون ۱۹۱۱ء کو ایک متمول یہودی خاندان میں جنم لے رہی تھی۔ اس کے والد ایک بنگالی راجہ کے پرائیوٹ سکرٹری تھے۔ اس کا بچپن بڑے ہی نازنعم میں بسر ہوا۔ انہوں نے پندرہ برس کی عمر میں سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کرلیا۔ یہ اعلی تعلیم حاصل کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اس کے والدین کو یوروپ بھیجنے کے لئے تیار ہو گئے۔۔۔ جب سب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو روز کی ماں کی مامتا یہ برداشت نہ کرسکی کہ اس کی اکلوتی لڑکی ایک غیر محدود مدت کے لئے اس نوعمری میں اس سے بچھڑ کر دور دراز ملک کو چلی جائے گو روز کی دلی خواہش تھی لیکن ماں کے ادب نے روز کے پیروں میں بیڑیاں

ڈالدین اور وہ یورپ نہ جا سکی جس کا اسے خود بھی بیحد رنج ہوا۔ اب اس نے ہندوستان ہی میں رہ کر سلسلۂ تعلیم جاری رکھا اور کمرشیل کورس کی تکمیل کر کے ایک تجارتی ادارے میں سکرٹری کی حیثیت سے ملازم ہو گئی۔ لیکن یہ خدمت روز کی فطرت، اور رجحانِ طبع کے خلاف تھی۔ اس لئے وہ ہمیشہ نہایت بیقراری کے ساتھ اپنی آئندہ زندگی کو سنوارنے کے لئے سوچا کرتی۔ اتفاقاً ایک پارٹی میں مسٹر بی، جے، میڈن (جو میڈن تھیٹر کے ڈائریکٹر تھے) سے ملاقات ہو گئی دوران گفتگو میں مسٹر میڈن نے روز کو فلمی لائن اختیار کرنے کی رغبت دلائی۔ روز کو بھی یہ لائن کچھ اپنے رجحان طبع کے موافق معلوم ہوئی اس نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ اس کا برف جیسا سفید نورانی جسم، گورا رنگ پیشانی "لوح آئینہ" آنکھیں جیسے دو افغانی بادام۔ رخسار گلاب کے دو تر و تازہ پھول۔ خوبصورت اور سڈول بازو، قیامت خیز سینہ جب اپنے مخصوص انداز میں باریک چست لباس پہن کر چلتی ہے۔ قد بالا کا حسن شباب مینائے قامت سے چھل چھل کر پینے کی دعوت دیتا ہے۔ دیکھنے والوں کے لئے ایک قیامت کا سماں ہوتا ہے۔

ان تمام خوبیوں کو بآسانی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔۔۔ مسٹر میڈن کی پہلی ہی نظر نے تاڑ لیا کہ اگر یہ حسینہ پردۂ سیمین پر جلوہ گر ہو تو سینکڑوں دل قابو میں لائے جا سکتے ہیں۔ لیکن روز کے والدین نے روز کی مخالفت کی اور اس کو اپنے ارادے سے باز رہنے کی صلاح دی۔ آخر بڑی دقتوں کے بعد روز نے والدین کو رام کر لیا۔ اور ۱۹۳۰ء میں پہلی مرتبہ میڈن تھیٹرز کی اندرسبھا میں پردۂ سیمین پر ایک پری کی حیثیت سے نمودار ہوئی گو یہ کردار ایک آرکسٹرا سے

زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا لیکن حسن کنعاں کی یاد تازہ کرنیوالی اس حسینہ کے خدوخال ایسے نہ تھے جو خداوندانِ فلم کی توجہ اپنی طرف مرکوز نہ کر لیتے۔ چنانچہ ایک کمپنی نے اسے "پتی بھگتی" میں ہیروئین کا کردار پیش کیا جس میں اس نے اپنی دلفریب اداکاری سے ناظرین فلم کو پہلی ہی بار مبہوت کر دیا۔ اور تماشائیوں پر اس کی دھاک بیٹھ گئی اس کے بعد امپریل کمپنی نے روز کی خدمات حاصل کر لیں۔ اور "غلام ڈاکو" میں ایک ممتاز نسوانی کردار نے اس نئے ستارے کو توقع سے سوا روشن کر دیا۔ امپریل سے معاہدہ ختم کر کے اس نے مختلف کمپنیوں میں کامیاب ترین فلمز میں ممتاز کردار کر کے اپنی شہرت کو چار چاند لگا لئے۔ ابتداً امپریل کمپنی (بمبئی) کی طرف سے غلام ڈاکو، دو عورتیں اور ڈارلنگ ڈاٹر میں قابل تعریف کام کیا۔ اس کے بعد دو عورتیں، پیاری بیٹیاں، ہم تم اور وہ، رائفل گرل، یہ سچ ہے، ادھوری کہانی، ہورانی، آج کا ہندوستان اور دیگر متعدد فلمز میں کام کیا۔ لیکن "ہم تم اور وہ" اس کا شاہکار رہے۔ ۱۹۳۹ء میں اپنی بہترین اداکاری کا ثبوت دیتے ہوئے اس نے گوہر میڈل بھی حاصل کیا۔

روز کا شمار ان ایکٹرس میں ہوتا ہے جو کردار کی روح پر چھا جاتی ہیں یہ اپنے رول کو بہت سمجھ سوچ کر ادا کرتی ہے۔ اپنے مفوضہ کردار کو اپنے اوپر اس طرح مسلط کر لیتی ہے کہ کردار کی ذرا ذرا سی چیزوں پر بھی حاوی ہو جاتی ہے۔ —————— یہ عام ایکٹرسوں کی طرح ڈائرکٹر کا وقت اپنی ناسمجھی سے برباد نہیں کرتی ہے۔ جس تصویر میں کام کرتی ہے نفسیاتی اعتبار سے اس کی چھوٹی سے لیکر بڑی چیز پر اس طرح چھا جانیکی صلاحیت

رکھتی ہے کہ دوسرے تمام کردار اس کے سامنے پھیکے پڑ جاتے ہیں۔
یہودیہ ہونے کے باوجود اردو اور ہندی پر کافی عبور رکھتی ہے اور مکالمہ نہایت خوبی سے ادا کر لیتی ہے ۔ اس کی اداکاری میں پختگی اور بے ساختہ پن کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔ غیر مہذب حرکات کی نمائش سے اپنا دامن آلودہ نہیں کرتی ــــ اپنے کمال فن کا مطلق غرور نہیں ہے۔ نہایت منکسر المزاج اور سادہ دل واقع ہوئی ہے۔ گفتگو نہایت ہنس ہنس کرتی ہے اور بڑی ہی خندہ پیشانی سے دوسروں سے ملتی ہے۔ اپنی سوسائٹی میں ایک خاص مقام رکھتی ہے قیمتی ملبوسات، بال روم ڈانس، اور مطالعہ اس کے مرغوب مشغلے ہیں۔ (۳۱) گرما و سرما دیکھنے کے باوجود شباب کی رعنائیوں اور دلآویزیوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔

سادھنا بوس

بیضوی چہرہ، سحر انگیز آنکھیں، ہلالی پیشانی، گلاب کی پنکھڑی کی طرح حسین ہونٹ، نکھرا ہوا جوبن، میانہ قد، شیریں آواز، نسیم صبح کی سی مست اور دلفریب چال، ادائیں مناظر فطرت سے زیادہ حسین۔

اس کا اصلی نام سادھنا بوس ہے اور اسی نام سے فلمی دنیا میں بھی مشہور ہے۔ ۱۴ اپریل ۱۹۱۴ئہ کلکتہ کے ایک مشہور اور متمول رئیس مسٹر کیشو چندر سین آنجہانی کے گھر پیدا ہوئی۔ اوائل عمر ہی سے اس کو رقص و سرود سے بیحد رغبت تھی جب بنگالی والدین نے اس کو اس طرف راغب پایا تو اپنی تمام تر توجہات بھی راگ و راگنی کے حصول کے لئے مرکوز کر دیں۔ سادھنا نے بہت ہی تھوڑی عمر میں والدین کی آرزؤں کی پوری پوری تکمیل کی۔ ... انہوں نے بھی اس ننھی سی مغنیہ کو باقاعدہ رقص و سرود کی تعلیم دلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ سرو کے درخت اور حسین لڑکی کو بڑھتے دیر نہیں لگتی۔ اس سرو قد رقاصہ نے بھی بڑی سرعت کے ساتھ ایام طفلی ختم کرنا شروع کر دئے یہاں تک کہ اس نے وادی شباب میں قدم رکھا۔ اور سینئر کیمبرج تک تعلیم حاصل کی تو والدین نے فن موسیقی اور رقص کو حد کمال تک پہنچانے کے لئے بڑی خوشی سے انگلستان روانہ کر دیا۔

یورپ کی سرد فضاؤں نے اس گرم ملک کی لڑکی پر خوب جلا کی۔۔۔
اب سادھنا ہندوستان تو درکنار یورپ کے ماہران فن سے بھی بازی لے گئی۔
جب وہ اپنے فن میں ماہر ہو کر انگلستان سے واپس آئی تو وہ ایک بہترین رقاصہ ہی نہ تھی بلکہ حسن و شباب کی ایک زندہ جاوید مورت تھی جو اکثر شعراء کے تخیلات کی رنگین دنیا میں رہا کرتی ہے۔ اب اس کی فتنہ پرور رفتار سے ہزاروں فتنے بیدار ہونے لگے۔ جب یہ معشوقانہ انداز میں چلتی تو اس کے پیروں تلے ہزاروں پر ارمان دل مسل جانے کے لئے تیار ہو جاتے۔ سینکڑوں آنکھیں اس کی راہ میں بچھی رہتیں۔۔۔ سینکڑوں قلوب، ابھرے ہوئے سینے کو دیکھ کر اپنی دھڑکن بھول جاتے اور خود اس کا دل ہزار ہا تمناؤں کا مرکز بن رہا تھا۔
چونکہ ایک شریف خاندان کی چشم چراغ تھی۔ اس لئے اہل خاندان نے سب سے پہلے اسے شادی کا حکم دیا۔ آخر کار اس بلبل شیریں نوا نے باغ محبت میں قدم رکھا اور خود ہی ایک موزوں جوا۔۔۔ اپنے لئے منتخب کر کے اس میں گردن ڈال دی۔ اس طرح کی شادی مسٹر پراماتھا بوس آنجہانی کے صاحبزادے مسٹر مادھو بوس سے ہو گئی۔ مسٹر مادھو ایک فلم کمپنی میں ڈائرکٹر تھے۔ خود سادھنا کا فن اسے مجبور کر رہا تھا کہ وہ اپنی فن کاری کی نمائش کرے داد و تحسین اور خراج عقیدت کے پھول اس پر نچھاور ہوں۔ یہ شوہر کی بڑی ہی فرماں بردار بیوی ثابت ہوئی۔ لیکن اس سے سوا مسٹر بوس خود اس کو چاہتے تھے لہذا جب اس نے اپنے محبوب شوہر سے فلمی لائن اختیار کرنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اپنی پیاری محبوبہ کی دل شکنی کے خیال سے فوراً اجازت

دیدی اور کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس طرح یہ البیلی رقاصہ تھرکتی ہوئی ۱۹۳۷ء میں پہلی بار بھارت لکشمی پکچرز میں شریک ہوگئی۔ سب سے زیادہ مقبولیت اس نے "کم کم دی ڈانسر" میں حاصل کی اس کے بعد اس نے متعدد تصویروں میں کام کیا۔ اور ہر طبقے کے تماشائیوں سے اپنی ناز و ادا کی داد و تحسین حاصل کی ... اس طرح وہ ہزاروں دلوں میں گھر کر گئی ـــ اس کی قابلیت اور فلمی کاملیت کا ڈنکا بج گیا ـــ اردو، انگریزی اور بنگالی تینوں زبانیں بخوبی بول سکتی ہے۔ انگریزی کا تلفظ نہایت عمدہ اور خاص ہے۔

اب تمام کمپنیوں کے ڈائرکٹرس کی نظریں اس کی طرف اٹھنے لگیں لیکن ناخدایان واڈیا مووی ٹون سب میں بازی لے گئے ـــ انہوں نے اسے اپنی لاثانی تصویر کورٹ ڈانسر یا راج نرتکی کے لئے منتخب کیا۔ یہ تصویر ایک ساتھ تین زبانوں میں ریلیز ہوئی۔ اردو، انگریزی اور بنگالی اس تصویر کے کامیاب کردار نے سادھنا بوس کو معراج کمال پر پہنچا دیا راج نرتکی میں اس کا رقص اپنے انتہائی عروج پر ہے۔ سادھنا کو رقاصہ کی حیثیت سے ہندوستانی رقص کی ملکہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ جنہوں نے اس کا رقص دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ جب رقص کرتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ مناظر قدرت بھی رقصاں ہیں یا باغ بہشت کے حسین طیور رقص کر رہے ہیں۔ رقص کے اعتبار سے سادھنا کی نظیر مشکل ہے۔

اس کی تازہ تصویر امر پکچرز کی فلم پیغام ہے۔ ہندوستانی

فلموں کے لئے ایسی ہی ایکٹرسوں کی ضرورت ہے۔ جو اس کی طرح نیک دل۔ شریف اور نیک طینت ہوں۔ اس کا نظریہ فلم سازی بہت بلند ہے اس سے گفتگو کرنے میں خاص روحانی کیف حاصل ہوتا ہے۔

دیوکا رانی

دلربا نقش ونگار۔ پیاری پیاری آنکھیں، ہلالی ابرو، معصوم اور دلنواز چہرہ۔ زلفیں ایسی کالی بلائیں کہ دیکھ کر زاہد صد سالہ بھی شکست توبہ کا عزم کرے۔ متوسط اندام، خوبصورت سینہ اور کنول کے پھول جیسی حسین پیشانی۔ مزاج بیحد معشوقانہ۔ رفتار گفتار اور آواز سے بلا کی محبوبیت ٹپکتی ہے۔ یہ ماڈرن فیشن کی دلدادہ جب اپنے محبوب ملبوس میں شان رعنائی کے ساتھ پردۂ سیمین پر جلوہ نما ہوتی ہے تو پورے مناظر پہ ہستی چھا جاتی ہے۔ وہ ایک الھڑ دیہاتی لڑکی کا کردار بھی بڑی خوبی سے ادا کر سکتی ہے۔ حیا سوز حرکات و سکنات اور عریاں اداکاری سے اس کا دامن پاک ہے لیکن اس کے باوجود ایک ایک ادا دل لے لینے والی ہوتی ہے — ہیجان پسند اور سنجیدہ ہر دو طبقوں میں مقبول ہے اور یہ اس کی کامیاب ممثلہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔

ایک متمول اور تعلیم یافتہ والدین کی نور نظر رابندر ناتھ ٹیگور کے خاندان کی چشم و چراغ والٹیر میں پیدا ہوئی اور ابتدائی زندگی مدراس میں گزاری اس کے بعد کچھ عرصے تک ٹیگور آنجہانی کی مشہور عالم درسگاہ شانتی نکیتن میں

تعلیم پا کر والدین کی تمناؤں کو بر لانے کے لئے یہ ہونہار حسینہ انگلستان چلی گئی شانتی نکیتن کی بنی مورت پر یورپ کی حسن نواز اور آزاد فضا نے اور بھی سونے پر سہاگے کا کام کیا اور یہ ہندی حسینہ انگلستان کی انجمنوں اور محفلوں کو اپنے حسن عالمتاب سے منور کرانے لگی۔

جب علم کی تشنہ کامی نے ذرا دم لیا تو اٹھارہ سال کی عمر میں یہ بھرپور جوانی لے کر وطن واپس آئی۔ اب دیوکا پر انگریزی طرز معاشرت اور تہذیب و تمدن پوری طرح اثر کر چکے تھے۔ بالخصوص یوروپین فنون لطیفہ نے اسے گرویدہ کر لیا تھا اس گرویدگی نے اسے دوبارہ یورپ کھینچ بلایا۔۔۔ اس مرتبہ اس نے جرمنی، فرانس اور انگلستان میں رہ کر صنعت فلم سازی سے اپنی تشنہ کامی کو خوب سیراب کیا۔۔ پھر ہندوستان واپس آگئی لیکن یہاں آنے کے بعد وہ اپنے۔۔۔ مستقبل کے لئے ہر وقت غور و فکر کرتی رہتی روزانہ ایک ہوائی قلعہ بناتی اور مٹاتی رہتی۔ اس کا تردد برابر بڑھ رہا تھا کہ قسمت نے یاوری کی یا یوں سمجھ لیجئے کہ فلمی دنیا کی قسمت اچھی تھی کہ دیوکا کی شادی مسٹر ہمنسو رائے سے ہوگئی۔ مسٹر ہمنسو رائے کی شخصیت فلمی دنیا کے لئے نہ آج محتاج تعارف ہے نہ اس وقت تھی۔

ان دونوں فلمی دیوانوں نے مل کر "کرما" نامی ایک فلم ہندوستانی اور انگریزی دونوں زبانوں میں تیار کی اس فلم کی شوٹنگ انگلستان میں ہوئی اور اس میں دیوکا رانی نے خود ہیروئن کا پارٹ کیا۔ یہ نہ صرف دیوکا کو کامیاب ممثلہ بنانے والی پہلی تصویر تھی بلکہ انگریزی زبان کی وہ پہلی تصویر ہے

جیسے ہندوستان کے اس حسین جوڑے نے فلمایا ہے یہ تصویر انگلستان میں بہت
مقبول ہوئی... انگلستان کے متعدد اخبارات نے اس تصویر کی تعریف کی۔ .
ساتھ ہی ساتھ دیوکا رانی کے حسن خداداد' حسن کردار' زبان تلفظ اور لب
و لہجے کو بھی بہت سراہا۔ "کرما" کی کامیابی اور دیوکا کی ممتاز قابلیت
دیکھ کر برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن نے ایک خدمت اس کے سپرد کی۔
ہمنسو رائے ایک کامیاب ڈائرکٹر تھے لہٰذا میاں بیوی نے بمبئی ٹاکیز کی
بنیاد رکھی اور "ماں کی ممتا"۔ "خاوند بیوی" اچھوت کنیا۔ جوانی کی ہوا"
وغیرہ متعدد تصویریں یکے بعد دیگرے تیار کیں۔
"جوانی کی ہوا" اس کا شاہکار ہے۔ اس تصویر نے دیوکا کو اوج کمال
پر پہنچا دیا۔ اب دیوکا کی تصویر ہر نوجوان کے دل میں نقش ہو گئی پردۂ
سیمیں پر اس کو دیکھنے کے لئے آنکھیں منتظر رہنے لگیں۔ فلمی دنیا کی بدقسمتی
کہئے کہ مسٹر ہمنسو رائے کی زندگی نے دیوکا کے ساتھ وفا نہ کی اور موت کے ظالم
پنجے نے ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا۔ یہ جدائی دیوکا رانی کے لئے بڑی
سوہان روح ثابت ہوئی... کچھ عرصے کے لئے اس نے فلمی دنیا سے کنارہ کشی
اختیار کر لی تھی لیکن جو نقوش دیوکا نے فلم بین طبقے کے دلوں پر چھوڑے
تھے وہ بآسانی مٹنے والے نہ تھے آخر اس کے سودائیوں نے اسے پھر گوشہ نشینی
سے پردہ فلم پر کھینچ بلایا۔ اب پھر وہ بمبئی ٹاکیز کی خدا ہے۔ اس نے
کچھ عرصہ ہوا کہ "انجان" نامی فلم میں اپنے پورے حسن و شباب کے ساتھ
چمک کر بالکل ہی انوکھے انداز میں برق پاشی کی ہے یہ بھی اس کی کامیاب

فلم ہے۔

مغربی تہذیب و تمدن کے گہوارے میں پروان چڑھنے والی یہ مشلہ جس کے ہاتھوں میں ہندوستانی فلم کی باگ ڈور ہے کبھی انگریزیت کا بھوت اس باگ ڈور کو سخت کر دیتا ہے ٹھوک جاتا ہے۔ یہ ڈائرکٹر کا بڑا خیال کرتی ہے۔ بسا اوقات اپنی مرضی کے خلاف اور ہدایت آموز کے موافق کام کرتے ہوئے اسے شاق بھی ہوتا ہے۔ یہ تمام شریف خاندانوں کی لڑکیوں کو فلمی لائن میں لے آنا چاہتی ہے اور اس کا اکثر پرچار کرتی رہتی ہے۔

اپنی پرائیوٹ زندگی میں یہ بیحد سادہ دل اور ملنسار واقع ہوئی ہے فرعونیت اور شان تمرد سے دور رہتی ہے۔

نرملا

بیضوی چہرہ۔ دلکش خدوخال، زلفیں شب وصل کی طرح دلکش اور شب ہجر کی طرح سیاہ تیکھے نقش و نگار۔ رسیلے ہونٹ۔ گلاب کے پھولوں کی طرح رخسار۔ ہلالی ابرو۔ غزالی آنکھیں کہ جن کو دیکھ کر دل چاہتا ہے بس دیکھے جائیے۔ بہار افروز سینہ، نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا جسم۔ نرملا ایک (۱۶) سالہ حسین دوشیزہ ہے گویا جوانی کی راتیں اور مرادوں کے دن بسر کر رہی ہے۔ بیحد حسین اور بلا کی کشش رکھتی ہے۔ وہ ایک ایسی معصوم چہرہ ہے جو دیکھنے والوں کا دل چشم زدن میں رام کر لیتی ہے۔ اور حقیقی معنوں میں وہ ایک ایسا شکار کرتی ہے جس کا تیر نگاہ کبھی خطا نہیں کرتا۔

نرملا گنگا کے نرمل جل کی طرح صاف و شفاف اور آئینہ رو صبح بنارس کی فتنہ سامانیوں کی یاد تازہ کرنے کیلئے ۶۔ جنوری ۱۹۲۸ء کی ایک پر کیف اور پر بہار صبح کو کاشی کے ایک صراف خاندان میں پیدا ہوئی۔ اصلی نام نرملا کماری تھا۔ لیکن فلمی دنیا نے صرف نرملا کے لقب سے یاد کیا۔ بارہ سال کی عمر تک اردو، ہندی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ رقص و سرود کچھ فطرتاً ودیعت ہوئے تھے۔ اس شاعروں کے حسین تخیل کی نازک کلی کو

نسیم شوق نے گدگدایا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نرملا شوق و شباب کا دلآویز اور دلکش پھول بن کر بمبئی سینیٹون کے ذریعہ پردۂ سیمین پر کھلی ۔ ۔ اس کے بعد کاردار پروڈکشن کے فلم "شاردا" میں ایک ممتاز نسوانی کردار ادا کیا۔ "سویرا" اور "شاردا" اس کے شاہکار ہیں ۔

نرملا فطرتاً نہایت شوخ و چنچل، اور رومان پرور قسم کی چلبلی ممثلہ ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ نہایت بزلہ سنج ۔ مرنجان مرنج اور انتہائی خلیق واقع ہوئی ہے ۔ اس کے بشرے سے جوانی پھوٹی پڑتی ہے اور گلستان فلم کی یہ نوزائیدہ کلی باغ جنت کا ایک حسین اور دلآویز پھول معلوم ہوتی ہے خانگی زندگی میں حسن و جوانی نے ایک دیوی بنا دیا ہے جس پر جواں سال دل وہ ماغ پوجا کے پھول نچھاور کیا کریں، لیکن فلمی دنیا میں آنے کے بعد خیام کے رنگین تخیل کی ایک ایسی رباعی بن گئی ہے جسے دیکھنے کے بعد جسے پڑھنے کے بعد، اور جس پر غور کرنے کے بعد انسان تصورات کی رنگین دنیا میں غرق ہو کر رہ جاتا ہے ۔

موسیقی سے پہلے ہی رغبت تھی، مشق و مہارت نے چار چاند لگا دئے ۔ پہلے ہی فتنہ سامانیاں کیا کم تھیں اور اب تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نرملا ابھی فلمی دنیا کی نو آموز ممثلہ ہے لیکن آئندہ اس سے بہت سی توقعات وابستہ ہیں ۔

Sneha Praba

Shanta Apte

گھریلو زندگی میں بھی یہ اداکاری کی مشق کرنا بہت پسند کرتی ہے۔ گویا گھر میں پہلے مشق ستم کرلی جاتا ہے پھر محفل میں اس سے کام لیا جاتا ہے "پیاس" "دو رنگی" اس کی تازہ تصاویر ہوں گی۔

خدا ترا بہت تادراز سن تو کرے
ستم کرے اور ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

رومیلا

صوفیہ ابراہیم اصلی نام ہے۔ لیکن فلمی دنیا میں رومیلا کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۲۲ء میں کلکتہ میں ایک فارغ البال خاندان میں پیدا ہوئی۔ جونیئر کیمبرج تک تعلیم حاصل کی ۔۔۔ ساتھ ساتھ انگریزی رقص اور موسیقی سے بھی واقفیت حاصل کی۔ اس رقص و سرود سے اسے فلمی دنیا میں اکثر امداد ملتی رہتی ہے۔

ایکٹرس بننے کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ لیکن کوئی صورت اپنے شوق کی تکمیل کے لئے نہ پاکر مجبور تھی۔ آخر بڑی کوششوں اور مشکلوں کے بعد یہ امپیریل فلم کمپنی میں شریک ہوسکی ۔۔۔ پھر موہن پکچرس، پرنس مووی ٹون ریکس پکچرز اور کملا ٹاکیز وغیرہ میں کام کرتی رہی۔

شگفتہ چہرہ، ہنستی ہوئی آنکھیں، بے داغ رخسار، کنول کی پنکھڑی جیسے نازک اور پتلے ہونٹ، حسین گیسو، حشر خیز سینہ، تیکھی اور نرالی چتون، نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے بازو ۔۔۔ ذات کی یہودن ہے اس لئے خوبصورتی مسلمہ ہے۔ ابتک مختلف تصویروں میں کام کرکے نوجوان دلوں میں اپنا گھر کرچکی ہے۔ بظاہر دیکھنے میں نہایت بھولی بھالی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن

دلوں سے کھیلنے کا راز اسے خوب معلوم ہے ۔ چابک والی ۔ سائیکل والی' رتنا لٹاری' ٹھنڈر' سہانا گیت اور دنیا دیوانی اس کے کامیاب کردار کی اچھی تصویریں ہیں ۔ جن میں اس نے ہیروئن کی حیثیت سے کام کیا ہے ۔

سہانا گیت اور چابک والی کو پبلک نے بہت پسند کیا ہے اور یہ ہی اس کی سب سے زیادہ ممتاز تصویریں ہیں ۔

چونکہ فطرتاً شوخ وشنگ واقع ہوئی ہے ۔ لہٰذا ایسے ہی کردار کو بخوبی نبھا سکتی ہے ۔ اس کی فلمیں دیکھنے کے بعد اس کی فطرت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ۔

سائیکل چلانا شہسواری کرنا اور بیڈمنٹن اس کے دل پسند مشغل ہیں ۔

سینہ پربھا پردھان

ہندوستانی پردہ سیمین کی نزاکت مآب ممثلہ سینہ پربھان پردھان ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ناگپور کے ایک معزز متمول اور بارسوخ خاندان میں پیدا ہوئی باپ حکومت ہند کے ایک افسر اعلیٰ اور انگلینڈ ریٹرن ماں اپنی سوسائٹی کی ترجمان اور ایک گریجویٹ خاتون ہیں جو وسط ہند میں اپنا ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ بھائی مشیر قانون اور لیجیسلیٹو اسمبلی کا رکن ـــــ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد میڈیکل کالج میں داخل ہوئی دو سال تک میڈیکل کالج میں لیڈی ڈاکٹر بننے کی کوشش کرتی رہی لیکن فلم ساز طبقہ اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا ـــــ یہ شوخ و شنگ حسینہ جب اپنے شباب کے ابتدائی دور میں تھی جبھی سے لوگ اس کو پردۂ سیمین پہ کھینچ لانا چاہتے تھے۔ خود پربھا کو بھی فلمی دنیا زیادہ مرغوب تھی۔ چنانچہ مرہم پٹی چھوڑ کر کارپردازان فلم کی دعوت پر لوگوں کو زخمی کرنے کی ٹھان لی اور فلمی دنیا میں لوگوں کو ایک پھولوں کی شہزادی دکھائی پڑی ہلکی پھلکی حسین و جمیل ناک ذری موٹی بڑی بڑی چمکدار آنکھیں پھول سے رخسار مختصر جسامت بالکل "دھان پان" نازو ادا ؟ "جب چھم سے وہ آئیں تو کوئی جھم سے اٹھلائے!" رقص کرتی ہے تو محسوس

ہوتا ہے کہ ایک شاخ گل ہے جو ہوا کے مخمور جھونکوں سے مست ہوکر لہرا رہی ہے۔ سینہ پربھا طالب علمی ہی کے زمانے سے ایک شوخ سوسائٹی گرل تھی، بعض حکیمان رموز و اسرار بہت سی پراسرار داستانیں بیان کرتے ہیں، اپنی زندگی کے اسٹیج پر آج بھی سینا پربھا نت نئے ڈرامے پیش کرتی رہتی ہے . . .

. . . . واقف کار جانتے ہیں کہ پنرملن کی شوٹنگ کے موقع پر فلم کے روح رواں مسٹر کشور ساہو اور فلم کی ہیروئن مس سینہ پربھا کے درمیان ایک "ضمنی ڈرامہ" بھی "دلوں کے" اندر فلمایا جانے لگا۔ فلم کی شوٹنگ ختم ہوتے ہی دونوں کا مکمل ملاپ پردہ دنیا پر نظر آیا۔ پردہ گرا منظر بدلا اور دونوں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے نظر آئے۔ پھر بہت ہی بے آبرو ہوکر جناب کشور ساہو بزم پربھا سے نکالے گئے ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر تری محفل سے ہم نکلے

یہ موسیقی میں زمانہ طالب علمی سے ہی طاق تھی — ان تجربات سے فلمی دنیا میں اسے کافی مدد ملی۔

سیول میرج، سوبھاگیہ، پردیسی، پیاس، پنرملن ———— لڑائی کے بعد . . . کھلونا اور موج اس کی مشہور تصویریں ہیں ————

پنرملن، پردیسی، پنرملن، پردیسی اور کھلونا اس کی کامیاب تصویریں ہیں۔
اس کو موسیقی رقص، مصوری، ساز نوازی، اور عمدہ کھانے پکانے کا شوق ہے۔

مطالعہ اس کا مرغوب ترین شغل ہے۔ پنسل ورک میں ہاتھ بہت صاف ہے اور ایسی اچھی تصویر بناتی ہے کہ دیکھنے والے ششدر رہ جائیں۔

"لڑائی کے بعد" کی کہانی اور مناظر خود اس کے اپنے زور قلم کا نتیجہ ہیں اور کہانی بری نہیں کہی جا سکتی۔

سینہ پربھا نہ صرف ایک ادیبہ اور کامیاب ممثلہ ہے بلکہ ایک پرجوش آتشین نوا مقررہ بھی ہے چنانچہ ابھی حال ہی کی ایک اطلاع کے مطابق ایک تقریر کے سلسلہ میں جو بنگال چیریٹی شو کے موقع پر اس نے کی تھی حکومت کی "ممنون کرم" ہوتے ہوتے بچی یہ چیریٹی شو قحط زدگان بنگال کی امداد کے لئے خود اسی کی مساعی کا نتیجہ تھا۔

یقیناً سینہ پربھا کو حق ہے کہ وہ ایک کامیاب ادیبہ، مقررہ، ممثلہ، رقاصہ اور ممتاز مغنیہ کہلائے۔ ایک طیارچی مسٹر اسپا دکس سے اپنی دوسری شادی رچا چکی ہے۔

پربھا

مہاشہ راجپال آنجہانی کی نور نظر پربھا نے جس وقت فلمی دنیا میں قدم رکھا تو ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک بھونچال آ گیا۔ اخبارات کا موضوع صرف یہ مسئلہ بن گیا۔ مخالفت کا ایک طوفان ۔۔ ہندوستان گیر طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ پربھا اپنے عزائم میں اس قدر مستقل اور دل کی اتنی جری ہے کہ جس نے پوری سوسائٹی کو شکست دی ہے۔ پربھا نہ اپنوں کی تلخ نوائیوں سے متاثر ہوئی نہ غیروں کے طنز ود شنام سے نہ "خاندانی مصالح" اس کی راہ میں حائل ہو سکے نہ عزت و وقار کا دباؤ سے روک سکا ۔۔۔ ہم اس کا فیصلہ کرنے والے کون ؟ کہ پربھا نے فلمی آئین اختیار کر کے اچھا کیا یا برا ؟ پھر بھی اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ پربھا وہ عورت ہے کہ اگر اس پر فلمی جنون کا دورہ پڑنے کے بجائے اس کے دل میں ایسی وطنی کسک پیدا ہو جاتی تو ہندوستان کی آئندہ تاریخ اس پر ناز کرتی لیکن خیر گزشت آنچہ گزشت۔

بڑی بڑی افسانوی آنکھیں کشادہ پیشانی، سنبلیں زلفیں گلگوں عارض، لبوں پر ہمیشہ تبسم رقصاں رہتا ہے۔ ناز و ادائیں بہتوں سے

اچھی دلکش و دلآویز جوانی کی مالکہ۔ ایک ممثلہ کی حیثیت سے پربھا کافی مشہور ہو چکی ہے۔ شروع شروع میں اس کی شہرت کا راز صرف مہاشٹے آنجہانی کی شہرت تھی لیکن اب رفتہ رفتہ اپنی تمثیل نگاری سے قلوب کو متاثر کر رہی ہے گو اس کی آواز میں کچھ بہت زیادہ دلکشی نہیں ہے لیکن اپنا رول خوب سوچ سمجھ کر ادا کرتی ہے اور ہجا امید کی جا رہی ہے کہ آئندہ ایک ممتاز ایکٹرس بن سکے گی کھلونا' گراموفون سنگر' آتما ترنگ' امید' نرس اور امنگ اس کی مشہور تصویریں ہیں۔ آئندہ تاج محل پکچرس کی مشہور تصویر بیگم میں آ رہی ہے۔

پربھا اداکاری میں اپنے طنزیہ لہجہ کا جواب نہیں رکھتی طربیہ اداکاری میں اکثر و بیشتر کامیاب ہوتی ہے۔

لیلا چٹنس

سوسائٹی میں مسز گوالنی اور فلمی دنیا میں لیلا چٹنس کے نام سے شہرت پانے والی پردۂ سیمین کی یہ ہردلعزیز ممثلہ ایک روشن خیال گریجویٹ خاتون ہے۔ اس کے والد مسٹر ناگر بمبئی الفنسٹن کالج میں انگریزی کے پروفیسر تھے۔ لیلا کو فنون لطیفہ اور ادبیات سے بہت کافی دلچسپی تھی چنانچہ اس نے تیرہ سال کی عمر میں اپنے خاندان کے ایک دوست پر اپنی پہلی نظم لکھی جسے دیکھ کر اس کے والدین اپنی لڑکی کی فراست اور قابلیت سے بہت متاثر ہوئے اور اس کے لئے ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جو خود اس کی ذہانت اور رجحان کے عین مطابق ہو۔ بی اے کامیاب کرنے کے بعد لیلا کی ازدواجی زندگی شروع ہو گئی اور وہ ایک کامیاب بیوی ثابت ہوئی۔

چنانچہ آج یہ کوارٹر درجن بچوں کی ماں ہے۔ اس کی عمر اب تیس سے اوپر ہو چکی ہے لیکن اس کی رعنائیوں اور دلنوازیوں میں ابھی کوئی فرق نہیں محسوس کیا جاتا گو وہ غازوں اور میک اپ کا ممنون کرم ہے، باپ کی تمنا تھی کہ لیلا محکمہ تعلیمات کی کسی اعلیٰ خدمت پر مامور ہو۔

لیکن بیٹی پردۂ سیمین پر ضو پاش ہوئی۔ لیلا چٹنس فلمی دنیا میں اپنی ازدواجی زندگی
کی ناکامیوں کے طفیل داخل ہوئی ہے ـــ شوہر کی نگاہیں پھر گئیں اور وہ
کسی دوسرے کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہوگیا۔ چند دن چپقلش میں گزرے پھر
شوہر بالکل ہی کنارہ کش ہوگیا مجبوراً لیلا کو اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش
کے لئے اس کوچہ کی خاک چھاننی پڑی۔ اس کے والد نے چاہا کہ لیلا محکمہ تعلیمات
میں ملازم ہوجائے لیکن خود اس کی طبیعت کا رجحان اداکاری کی جانب
تھا۔ چنانچہ یہ مسٹر شانتا رام کے پاس پہونچی لیکن شانتا رام نے اس میں
تمثیل نگاری کی کوئی خصوصیت نہ پاکر اس کی درخواست رد کردی پھر
بھی لیلا بد دل نہ ہوئی اور کوشش کرتی رہی یہاں تک ۱۹۳۵ء میں آدرش
فلم کمپنی کے فلم "دھنا دھن" میں اس کو موقع ملا۔ بدقسمتی سے یہ فلم کامیاب
نہ ہوسکا۔ لیکن دھن کی پکی لیلا نے پھر ہمت نہ ہارا اور مختلف اسٹنٹ
فلموں میں کام کرتی رہی ان فلموں میں کام کرنے کی وجہ سے شانتا رام
کی آنکھوں میں جنچ گئی اور انھوں نے اسے اپنی "وہاں" نامی فلم میں
ایک کردار دیا۔ اس کھیل میں اس نے اس شان سے اداکاری کی کہ
صف اول کی ایکٹرسز میں شمار ہونے لگی۔ اب لیلا چٹنس بی اے صحیح معنوں
میں ایک مسئلہ بن گئی ـــ سنت تلسی داس میں کام کرنے کے بعد مسٹر ہمنسو
رائے، نے اسے کنگن میں ہیروئن کا کردار دیا اور یہ شہرت کے آسمان پر
جا چمکی بندھن اور جھولا میں ہیروئن کا کردار ادا کرنے کے بعد تو پر لگ گئے۔
اب اس نے کراچی کے ایک مشہور فلم ڈسٹری بیوٹر سے شادی کرلی ہے

دونوں کے اشتراک عمل سے چترا پروڈکشن کا وجود ہوا۔ جس کی تصویریں کنجن اندر "کسی سے نہ کہنا" کافی مقبول ہو چکی ہیں ان تصاویر میں اس نے خود ہیروئن کا پارٹ ادا کیا ہے "کسی سے نہ کہنا" کی کہانی خود اسی نے لکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ مصنفہ خود اپنی کہانی میں کس درجہ بہترین جذبات نگاری پیش کر سکتی ہے۔

اب راجہ مووی ٹون کے مزاحیہ فلم "غزل" میں آ رہی ہے اس فلم کی ہدایت آموزی ظہور راجہ نے کی ہے۔ اس کی اداکاری . . . تصنع اور بناوٹ سے ہمیشہ پاک رہتی ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود ان حالات سے گزر رہی ہے جو فلم میں پیش کئے گئے ہیں۔

شاعری اور مطالعہ اس کے محبوب شغل ہیں۔

چندر پربھا

چندر پربھا ۲ر دسمبر ۱۹۲۷ء کو بمبئی کے ایک برہمن خاندان میں پیدا ہوئی۔ انٹرنس تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۶ر اگست ۱۹۴۲ء کو بمبئی ٹاکیز میں شریک ہوئی۔

گوری چٹی، خوش اندام، کنول کی پنکھڑی جیسی پیشانی، گلاب کے پھولوں کی طرح رخسارے، رس بھرے ہونٹ، خوبصورت آنکھیں، ہلالی ابرو، مستانہ چال صبا خرام ؎

محو خرام ناز قیامت خرام ہے
پھر نذر انقلاب جہاں کا نظام ہے

پربھا کو بچپن ہی سے فلم بینی کا بیحد شوق تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شوق حد سے متجاوز ہو گیا۔ بالآخر اس نے اپنے ذوق کی خاطر خواہ تکمیل کے لئے فلمی لائن اختیار کر لی۔ اس کے باپ سنٹرل بینک آف انڈیا (بمبئی) میں ملازم تھے۔ لیکن تھے تو وہ بہرحال ہندوستانی۔ گو لاکھ تعلیم یافتہ سہی۔ یہی وجہ ہے کہ پربھا کو مدرسہ کی تعلیم کے سوا رقص و موسیقی کی تعلیم کا موقع نہ ملا۔ اس کے باوجود پربھا نے بے دھڑک اپنے شوق کو پورا کر

دکھایا اور یہ جوانی کی راتیں اور مرادوں کے دن بسر کرنے والی دوشیزہ مشہور
تصویر قسمت میں سائڈ ہیروئن کی حیثیت سے نمودار ہوئی ۔۔۔ اس کے بعد "انگوٹھی"
اور امنگ میں چمکی اب یتیم بچپن اور رونق میں جلوہ گر ہو رہی ہے اس کو
فلمی زندگی بہت ہی مرغوب ہے۔ شدت سے سینما دیکھتی ہے۔

رادھارانی

کسی شاعر کا حسین تخیل، شاخ گل کی طرح نازک، پھول سی صورت، متوسط اندام، اینگلو انڈین، حسن وخوبصورتی کا ایک نادر نمونہ، رقص و سرود کی ملکہ رفتار و گفتار سے ساحرانہ ادائیں ٹپکتی ہیں۔ جب معشوقانہ انداز میں نگاہیں پھیر پھیر کر گفتگو کرتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی "رادھارانی" ہے رقص میں یدطولیٰ رکھتی ہے۔ ابتداً یہ اسسٹنٹ فلموں میں کام کرتی رہی اس کی وجہ سے کافی شہرت بھی حاصل کر چکی ہے۔ اب سنجیدہ فلموں میں بعض اہم کردار بھی اس نے بخوبی ادا کئے ہیں۔ یہ المیہ اور افسردہ رول میں بلبلے کی طرح بیٹھ جاتی ہے۔ اس کی اداکاری، شوخی اور چلبلے پن سے لبریز ہوتی ہے اور اپنی چنچل اداؤں کی وجہ سے بہت مقبول ہو گئی ہے۔

رادھارانی چمنستان فلم کی ایک ایسی طوطیٔ شیریں مقال ہے جس کے روح پرور نغمے نقادان فن کے لئے ناگوار نہیں۔۔۔۔ وہ ایک ایسی رقاصہ بھی ہے جس کا رقص دیکھ کر نوجوان دلوں میں امنگوں کا طوفان موجزن ہو جاتا ہے۔

جب وہ اپنی رعنائیوں کے ساتھ پردۂ سیمین پر رقص کرتی ہے تو

سینما ہال میں اک سماں بندھ جاتا ہے۔

اہل بمبئی نے اسے مثالی رقاصہ کا خطاب دے رکھا ہے۔۔ پنجاب کا ایک فلمی اخبار اس کی تعریف میں لکھتا ہے کہ چلتی ہے تو ناگن کی طرح بل کھاتی ہے رقص کرتی ہے تو شاعر کے تخیل کی طرح ایک خواب نظر آتی ہے بولتی ہے تو کوئل کی کوک معلوم ہوتی ہے۔

اس کی مشہور فلمیں "سفید سوار" "سوامی" "جنگل پرنس" اور "بادل" ہیں اس کی تازہ ترین تصاویر کاروان پکچرز کا ناقابل فراموش شاہکار "بھائی" اور انٹرنیشنل کی ڈائرکٹر ہیں۔

رادھا رانی اپنی خانگی زندگی میں ایک نہایت خوش اطوار خوش اخلاق اور ملنسار خاتون ہے۔ اپنے ملاقاتیوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتی ہے، سیر و تفریح اور رقص سے بڑی دلچسپی رکھتی ہے۔

وسنتی

۱۹ سالہ حسین دوشیزہ جو آج بھی پردۂ سیمیں پر صرف ایک ننھی لڑکی نظر آتی ہے۔ ۱۹۲۶ء میں کولہاپور کے ایک تعلیم یافتہ زمیندار مرہٹہ گھرانے میں پیدا ہوئی۔ تعلیم گھر ہی میں ہوئی، باوجود مرہٹی ہونے کے اردو اس روانی سے بولتی ہے کہ بعض اوقات لکھنوی ہونے کا گمان سا ہوتا ہے انگریزی کی استعداد بھی خاصی ہے۔ نازک تن، سیمیں بدن، سرو قد، جوانی کی راتیں مرادوں کے دن۔ دل میں گھر کر جانے والی آنکھیں، پیاری پیاری سریلی آواز، کنول کے پھول جیسا رنگ۔ گانے میں یکتا تمثیل نگاری میں فرد زندگی کی ۱۹ بہاریں دیکھ چکی ہے لیکن مزاج میں لڑکپن اور طبیعت میں شوخی و شرارت اب تک پائی جاتی ہے۔ الھڑ پن کا یہ عالم کہ اپنی ان تبدیلیوں کو بھی فراموش کر جاتی ہے جو لازمۂ شباب ہیں طفلی کا خواب دیکھنے والے خبر بھی ہے۔ فتنے تری جوانی کے بیدار ہو گئے۔ اس کے والد کولہاپور کے ایک مشہور بیرسٹر پربھات فلم اسٹوڈیو کے قریب ہی رہتے تھے۔ ہمسائیگی کے حقوق سے فائدہ اٹھا کر وسنتی اکثر اسٹوڈیو میں جاتی رہتی تھی۔ شوٹنگ کے وقت اوروں کی اداکاری دیکھ کر خود اس کا دل بھی

اداکاری کرنے کی طرف مائل ہونے لگا۔ ادھر وسنتی کا بچپنا، اس کی تیزی، شوخی اور بے باکی مسٹر شانتا رام کی نگاہوں میں کھپ گئی انھوں نے بیرسٹر صاحب پر جب اپنے خیالات کا اظہار کیا تو بیرسٹر صاحب انکار کرنے کے باوجود شانتا رام کے شدید اصرار پر رضامند ہو گئے۔ اور اس طرح وسنتی ۱۹۳۶ء میں اپنی معصوم شوخیوں اور دلنواز سریلی آواز کے ساتھ پربھات کی فلموں میں حشر سامانی کرنے لگی۔ اس نے اس خوبی سے اپنا کام کیا کہ فلمی دنیا میں دھوم مچ گئی اس کی کامیاب تمثیل نگاری دیکھ کر رنجیت مووی ٹون والوں نے پربھات سے اس کی خدمات مستعار لیں۔ اور سنت تلسی داس میں اس سے کام لیا۔ اس فلم نے اس کو اور بھی ہر دلعزیز بنا دیا۔ اس نے تمہاری مرضی، دھرماتما، امرجیوتی، اچھوت، ہوبی، ممتا، دیوالی، دنیا نہ مانے، دکھ سکھ، بیٹی وغیرہ میں انتہائی کامیاب تمثیل نگاری پیش کی ہے۔ اس کے گائے ہوئے گانے ہمیشہ خراج تحسین حاصل کرتے رہے ہیں۔

وسنتی جوان ہے لیکن "معصوم بچوں" کی تمثیل اس حسن و خوبی سے پیش کرتی ہے کہ تماشائی آج بھی اسے زیادہ سے زیادہ ایک دس سالہ لڑکی تصور کرتے ہیں۔ موسیقی اور بیڈمنٹن اس کے محبوب مشاغل ہیں اور مسٹر شانتا رام کو باپو کہنا خاص عادت۔ آج کل مسٹر پٹیل کے صاحبزادے اندو کے ساتھ پرلطف و مسرور ازدواجی زندگی گزار رہی ہے۔

راج کماری

متوسط قامت، نرم و نازک جسم، مار سیاہ کی طرح بل کھائی ہوئی عنبریں زلفیں
کٹار سے ابرو، خوبصورت اور چمکدار آنکھیں، رسیلے ہونٹ، ہر وقت مسرور رہتی
ہے۔ مجموعی طور پر صورت بیحد پیاری اور جاذب توجہ ہے۔ اسے اپنے گیسوؤں
سے بہت محبت ہے انھیں اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتی ہے اور ہر
وقت ان کے سنوارنے میں مصروف رہتی ہے۔ یہ "سپیرن" اپنا جس قدر وقت
اپنے "پالتو ناگوں" کی خاطر و مدارات اور پرورش پر صرف کرتی ہے اتنا
وقت شائد اپنے آرام اور اپنے محبوب کی محبت میں بھی بسر نہ کرتی ہوگی
اس میں شک نہیں کہ جب یہ اپنی زلفوں کو دوش پر بکھرا کر محو خرام ہوتی
ہے تو نظام عالم برہم ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ مغنیہ بھی ہے اور رقاصہ بھی
آواز بیحد دلکش اور سریلی پائی ہے۔ جب گاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جادو
کر رہی ہے۔ مختلف کمپنیوں میں کام کر چکی ہے لیکن جس نظر انتخاب نے
اس کو مقبولیت و شہرت کے آسمان پر پہنچا دیا وہ مسٹر بروا کی نگاہ دوربیں
تھی۔ مسٹر بروا نے اسے نیو تھیٹرز کے عالمگیر شہرت یافتہ فلم "دیوداس" میں
چندا کے کردار کے لئے منتخب کیا۔ اور اسی رول کی بدولت فلمی دنیا کے

آسمان کا چاند بن گئی اس کی اداکاری جس کا اس نے چندا کی حیثیت سے مظاہرہ کیا تھا۔ دوست اور دشمن سب کی نظروں میں یکساں مقبول ہوئی نقادانِ فن بھی اس کی اداکاری کا لوہا مان گئے۔ تصنع بناوٹ اور غیر فطری مظاہروں سے اس کی تمثیل ہمیشہ پاک ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ یہ متین اور سنجیدہ طبقے میں بھی کافی مقبول ہوئی۔

دیوداس کے بعد راجکماری نے "دنیا پاؤنا" اور "کاروانِ حیات" میں اپنی سحر طرازیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ نمودار ہوکر خوب خوب داد و تحسین حاصل کی۔ اب ہر دل اس کا مداح اور ہر آنکھ اس کی متلاشی ہو گئی۔ "رامائن" "کروڑپتی" "انصاف کی توپ" کے بعد تو ہر مکتب خیال کے فلم بین طبقے میں ہر دلعزیز ہو گئی۔ کاردار کی فلم "مندر" اور رنجیت کی تصویر "گورکھ آیا" میں بھی اس نے کام کیا ہے۔

یہ اپنا رول خوب سمجھ کر اور گرد و پیش کے حالات کا مطالعہ کرکے ادا کرتی ہے۔ المیہ کردار اس خوبی سے ادا کرتی ہے کہ دیکھنے والوں کو اصلیت کا یقین سا ہو جاتا ہے۔ اس کا اداس غمگین چہرہ اور اس کی آنکھوں کے آنسو دیکھ کر دل سچ مچ آہیں بھرنے لگتا ہے۔ دلوں کو اپنی ایک جنبش ابرو سے غمگین اور مسرور بنا دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے طربیہ اور نشاط انگیز کردار میں جب وہ اظہار عشق و محبت کرتی ہے تو عریانی اور حیا سوز حرکات سے ہمیشہ اجتناب کرتی ہے۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ جو محبت میں ڈوبا ہوتا ہے تماشائیوں کے دلوں کی

گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

راجکماری ہندوستانی ممثلات میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے بیحد ملنسار، شریف، بااخلاق اور متواضع ایکٹرس ہے۔ حسن صورت کے ساتھ زیور علم سے بھی آراستہ ہے، جو بھی ایک بار اس سے ملتا ہے اس کا مداح ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ پردۂ سیمین کی یہ "راجکماری" آج کل کلکتہ کے ایک مشہور سیٹھ موتی لال کے دل کی ملکہ بنی ہوئی ہے۔

"اور فلموں کا مندر سونا ہے"

شانتا آپٹے

وادیٔ شباب کی حسین مرہٹی رہ نورد خوبصورت اور سڈول جسم متناسب اعضا، دلآویز خدوخال، تیلی آنکھیں، خندہ رو موزوں قامت جب ہنستی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کلیاں چٹخ چٹخ کر پھول بن رہی ہیں۔

ناز و ادا کی دیوی۔ پردۂ فلم کی سب سے زیادہ شوخ و شنگ تتلی۔ جب۔۔ اپنا رول ادا کرتی ہے تو ایک حسین تتلی کی طرح ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تھرکتی پھرتی ہے۔۔۔ اپنی الھڑ اٹکھیلیوں سے دل کی دنیا میں ہنگامے پیدا کر دیتی ہے۔ پردۂ سیمیں پر اس کے جسم کو ایک لمحہ کیلئے قرار نہیں رہتا۔ وہ ایک سرسبز اور پر بہار شاخ گل کی طرح فضائیں لہراتی رہتی ہے تو "گناہوں پہ جوانی آجاتی ہے۔ اس کے روح پرور نغمے شوخ و شیریں موسیقی رگ و پے میں بجلیاں بن کر دوڑنے لگتی ہے۔ اس کی اداکاری اس قدر بے ساختہ اور واقعیت لئے ہوئے ہوتی ہے کہ چشم تحیر دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کی بات بات سے حسین شوخیاں ٹپکتی ہیں وہ متین اور سنجیدہ بن کر ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتی۔ یوں تو اسے جس فلم کا بھی رول دیا جائے وہ اسے بخوبی نباہ لے جاتی ہے۔ لیکن شوخ و شنگ حسینہ کا پارٹ وہ اس قدر خوبی اور کمال کے ساتھ

ادا کرتی ہے کہ خود "آرٹ" بن کر رہ جاتی ہے۔

اس کیلئے ہزاروں دل بیتاب' اور سینکڑوں آنکھیں مضطرب رہتی ہیں۔ شانتا کا شمار ان ایکٹرسوں میں ہوتا ہے جن کی تصویر اہل حوصلہ منی پرس اور تکیوں میں حرز جاں بنا کر رکھتے ہیں۔ دلوں کو اپنی نازک اداؤں سے مسل ڈالنا اس کیلئے معمولی کھیل ہے اور "ہنٹر بازی دلچسپ مشغلہ"!

شانتا کو ایک کامیاب اور شوخ ممثلہ مانا جاتا ہے لیکن یہ سب کچھ پردۂ فلم پر ہے۔ اپنی پرائیوٹ زندگی میں یہ ایک شریف ہندو لڑکی ہے جو مشرقیت کی دیوی اور مغربیت سے متنفر ہے۔ اپنی خانگی زندگی میں یہ بالکل برعکس نظر آتی ہے ... پردۂ سیمین پر دیکھنے کے بعد جس نے بھی پرائیوٹ زندگی میں اسے پہلی بار دیکھا وہ اپنی آنکھوں پر یقین نہ کر سکا۔ گھریلو زندگی میں وہ بیحد متین اور سنجیدہ دکھائی دیتی ہے۔ ناز سے آنکھیں مٹکانا۔ بات بات پر بل کھاتا ہر ہر قدم پر ناز و ادا کی بجلیاں برسانا یہ سب کچھ خواب و خیال معلوم ہوتا ہے۔ نہ وہ بیباکی نہ شوخی نہ شرارت نہ ادائیں نہ کرشمے بلکہ ہندوستانی شرم و حیا کی دیوی بن کر سمٹی سمٹائی آنکھیں نیچے کئے ہوئے رہتی ہے جو کسی بڑے سے بڑے گھرانے کی شریف لڑکیاں کر سکتی ہیں! اس کی یہ متانت اور سنجیدگی دیکھ کر ایک اخبار نویس نے بالآخر پوچھ ہی لیا کہ کیا آپ وہ ہی شانتا ہیں جنھوں نے "امرت منتھن" اور "راجپوت رمنی" میں کام کیا ہے اسی طرح ایک اور ملاقاتی نے جو اس سے پہلے اسے صرف پردہ فلم پر دیکھ چکے تھے اس کا متین اور سنجیدہ چہرہ دیکھ کر بہت ہی

مضطرب ہوئے۔ شانتا نے ملاقاتی کے اضطراب کو محسوس کرکے کہا جس شانتا
کو آپ نے پردہ سیمین پر دیکھا ہے اگر وہ نظر نہیں آرہی ہے تو کوئی تعجب خیز
بات نہیں ہے۔ میں ایک ایکٹرس کے ساتھ ساتھ شریف ہندو لڑکی بھی
تو ہوں فلمی کام اسٹڈیو تک محدود رہتا ہے۔ اور اسٹڈیو کے باہر میں بھی ہندوستان
کی دوسری حیادار لڑکیوں میں سے ہوں۔"

سب سے پہلے یہ "امرت منتھن" میں برق سامان بن کر نمودار ہوئی
اس تصویر کو شانتا نے اپنی قابل داد اداکاری اور پورے انہماک سے عروج
پر پہنچا دیا۔ اس کے دلکش نغموں شوخ اور چنچل اداؤں کے ساتھ "معصوم ستاروں
نے لوگوں کو بری طرح اس کا شیدائی بنا دیا۔ اس تصویر کو اس سال کا بہترین
فلم قرار دیا گیا۔ اس کے بعد" راجپوت رمنی" میں لوگوں نے اس کے جذبات
انگیز اور ہیجان خیز روحانی نغمے سنے۔ اس کے نغمے ملک کے گوشے گوشے
سے خراج عقیدت پانے لگے اور یہ فلمی دنیا پر ایک روشن ستارے کی طرح
جگمگانے لگی۔ اس کے بعد" امرجوتی" نے رہی سہی کسر پوری کردی نقادان
فن بھی اس کے مداح ہوگئے اور اسے واقعی امرجیوتی (لازوال روشنی) حاصل ہوگئی۔
مشرقی عصمت وعفت کا نمونہ' شانتا۔ وہ واحد ممثلہ ہے جس کا
سینہ مقدس جس کی شخصیت باعظمت' اور جس کا دل پاکیزہ ہے۔ یہ نگارخانوں
کی گناہ آلود فضا سے کبھی مرعوب نہیں ہوئی اور نہ اپنے جسم کو وہاں کی
ہوس رانیوں کا شکار ہونے دیا۔ اس کے دل کی طرح اس کے نغمہ نواز
ہونٹ بھی گناہ گیر لذتوں سے محفوظ ہیں۔ اس نے عارضی شہرت اور

ہر دلعزیزی کی خاطر عریانیت اور حیاسوز حرکات کو پسند نہیں کیا۔ یہ تصنع آمیز تمثیل سے ہمیشہ پرہیز کرتی ہے۔ مسرور جذبات۔ اور طربیہ مناظر کی۔ ملکہ ہے لیکن المیہ اور غمناک اداکاری سے... عاری ہے.... دوسری ایکٹرسوں کی طرح مدمغ اور مغرور واقع نہیں ہوئی ہے۔ گو آج... شہرت کے آسمان پر پہنچ چکی ہے۔ اور اس کا فن مسلم مانا جاتا ہے لیکن یہ خود کو ایک ذرہ ناچیز اور آرٹ کے بحر بیکراں کا ایک قطرۂ حقیر تصور کرتی ہے شہرت یافتہ ایکٹرس کے ساتھ ساتھ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہے۔

گھر سے باہر نکلتے وقت وہ اپنے بھائی کو ہمیشہ ساتھ رکھتی ہے... بھائی کی عدم موجودگی میں کسی سے ملاقات نہیں کرتی... ایک حد تک اس کی حیاپرور شرمگیں آنکھیں، سادہ لباس اور بلند اخلاق بھی اس کی عزت و عصمت کے محافظ ہیں۔ شانتا ورزش بھی کرتی ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ورزش صرف اپنی دوشیزگی کی حفاظت کے لئے کرتی ہے تاکہ اگر ضرورت درپیش ہو تو اس کی "چپل" دل پھینک اوباشوں کیلئے زیادہ دیر تک اس کے ہاتھوں میں رہ سکے چنانچہ گجرات میں ایک اخبار کے ایڈیٹر صاحب کی تواضع وہ اپنے ہنٹر سے کر چکی ہے۔

اس کی تازہ تصویریں۔ آواز، زمیندار، اپنا گھر، ستی انسویا، دوہائی اور کا دمبری ہیں۔ اور آئندہ "بھاگیہ چکر" میں آنے والی ہے۔

انگریزی فلم دیکھنا۔ اور سادہ لباس پہننا اسے بہت پسند ہے۔

مینا

اس کا اصلی نام خورشید بیگم ہے لیکن فلمی دنیا میں مینا کے نام سے مشہور ہے۔ گورا رنگ، مخمور نشیلی آنکھیں، سیاہ بال، بھولا بھالا گول چہرہ، کٹار سے ابرو چاندسی پیشانی۔ متوالی چال حسین جسامت اور بے باک اداکاری نے اسے دیکھتے دیکھتے ایک مقبول اور ممتاز مشلہ بنا دیا ہے۔

مینا صوبہ پنجاب کے غیر معروف مقام رائے ونڈ میں پیدا ہوئی مینا بائیس سال کی زہد شکن حسینہ ہے۔ جب وہ اپنے زہد شکن انداز میں ساری باندہ کر اپنے گدرائے ہوئے جوبن کو ناز سے ساڑی کے پلو میں چھپا کر چلتی ہے تو دیکھنے والے کلیجہ تھام لیتے ہیں۔

اسے بچپن ہی سے ایکٹرس بننے کا شوق تھا۔ آرٹ اور موسیقی سے اسے بیحد دلچسپی تھی۔ کلاسیکل میوزک سے وہ فلمی لائن اختیار کرنے سے قبل ہی واقف تھی۔ چنانچہ اس نے اپنا مستقبل درخشاں کرنے اور عزت وشہرت حاصل کرنے کیلئے فلمی لائن اختیار کی۔

اپنے ذوق وشوق کی تکمیل اور شہرت کے حصول کی غرض سے مینا نے ۱۹۳۹ء میں منرداموودی ٹون میں شرکت کر لی اس کی سب سے پہلی

تصویر سکندر پبلک کے سامنے آئی۔ یہ شوخ وشنگ حسینہ جب مشرقی لباس میں "سکندر" میں نمودار ہوئی تو فلمی متوالوں اور مشرق کے شیدائیوں کو مشرقی ساغر میں شراب مغرب کا دھوکہ ہونے لگا اور بڑے بڑے رند بلا نوش اسے دیکھ کر بے پئے جھوم اٹھے۔ مینا کی کامیابی کا راز دراصل اس کے شوق اداکاری اور آرٹ سے دلچسپی میں مضمر ہے۔

ابتک مینا نے صرف چند تصویروں میں کام کیا ہے۔ اور منروا کے سوا اپنا دامن کسی دوسری کمپنی سے وابستہ نہیں کیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ ایک کامیاب اور ممتاز ممثلہ تصور کیجاتی ہے۔ اس سے آئندہ فلمی دنیا کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ "پھر ملیں گے" اور "پرتھوی ولبھ" اس کی بعد کی تصویریں ہیں جو بیحد مقبول ہوئیں۔ اور ان میں اس نے نہایت ممتاز نسوانی کردار کئے ہیں۔

اس میں شک نہیں جب مینا ایک بار اپنی مخصوص ادا کے ساتھ پردہ سیمین پر نظروں کے سامنے آجاتی ہے تو اس کا بیساختہ پن اور شوخ ادائیں جادو جگاتی نظر آتی ہیں۔

رقص و موسیقی اور عمدہ ملبوسات اسے بیحد پسند ہیں۔

مینا کشی

۱۱ر اکتوبر ۱۹۲۱ء میں حیدرآباد کے ایک معزز مرہٹہ خاندان میں پیدا ہوئی۔ اس کے شوہر کی خود ایک ذاتی تھیٹریکل کمپنی تھی لہٰذا شوہر کی حسب ایما فلمی لائن اختیار کر لی۔ اور ۱۶ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو بمبئی ٹاکیز کے اسٹوڈیو سے نمودار ہوئی۔ ماحول کی بناء پر کلاسیکل ناچ اور گانا فلمی لائن میں خاصہ اچھا معاون ہوا۔

بڑی بڑی چمکدار آنکھیں حسین خدوخال خوبصورت رخسار دراز قد۔ نازک اندام۔ جب کالی زلفیں شانوں پر بکھرا کر ناز و ادا کی نمائش کرتی ہوئی پردۂ فلم پر نمودار ہوتی ہے تو دیکھنے والے دلوں کے کنول کھل جاتے ہیں۔ حسن و جمال کے اظہار کا بے پناہ سلیقہ رکھتی ہے ادا کے ساتھ نت نئے انداز میں تیکھے ابروؤں سے تیر اندازی کرنا اسے خوب آتا ہے جب ہنس ہنس کر گفتگو کرتی ہے تو رگ و پے میں گناہ کی سنسنی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اپنے رول کو بہت سمجھ بوجھ کر ادا کرتی ہے۔ چونکہ تعلیم یافتہ ہے اس لئے اپنا کردار بڑی خوبی سے سنبھال لیتی ہے۔ اس کی اداکاری میں بے باکی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ اسے عوام سے روشناس کرانیوالی

تصویر" برہم چاری" ہے۔ ورنہ اس فلم کی نمائش سے قبل اس حوروش
غزالہ سے بہت کم لوگ واقف تھے۔۔۔۔ اس وقت تک یہ صرف مہاراشٹر
کے نوجوانوں کے دلوں میں رہتی تھی مگر" برہم چاری" کی نمائش کے بعد
اس نے ہر مکتب خیال کے فلم بین طبقہ سے دادِ حسن وادا حاصل کی
ملک کے گوشہ گوشہ میں فلمی دنیا کی" حسین دیوی" کے نام سے مشہور ہو گئی۔
مینا کشتی کا جسم دوسری ایکٹرسوں سے مقابلۃً زیادہ سڈول
اور دلآویز ہے۔ چنانچہ جب کبھی وہ اپنے خوبصورت بازوؤں یا پنڈلیوں
کی نمائش کرتی ہے تو اس پر ایک حسین مرمریں مجسمے کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کا
حسن اس کے رخساروں اور سینے کے بلوریں شیشے سے رنگین شراب کی
طرح جھلکتا ہے۔ جب وہ اپنے بے پناہ حسن کا کوئی نیم عریاں مظاہرہ
کرتی ہے تو نوجوانوں کی بہت سی اخلاقی قوتیں مضمحل نظر آتی ہیں۔
اس کی دوسری کامیاب تصویر" امرت" ہے۔ اس میں جس حسن و
خوبی سے اس نے اپنا پارٹ ادا کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے اسنے" جھولا"
" جوانی" اور" امانت" میں سائیڈ ہیروئن کی حیثیت سے کامیاب خدمات
انجام دی ہیں۔ اس کی آئندہ تصویر" بڑی ماں" ہوگی۔

کانن بالا

کانن بالا ایک ایسی مغنیہ جسکو تمثیل نگاری و غنا کا شاہکار کہا جا سکتا ہے نکھرا ہوا صاف و شفاف رنگ۔ شب ہجر کی سی سیاہ زلفیں۔ غزالی آنکھیں خوبصورت سینہ۔ قیامت رفتار، شیریں گفتار، دلفریب ادائیں۔ کوئل جیسی آواز جب الاپتی ہے تو سننے والوں کے دل و روح میں اترجاتی ہے۔

بنگال کی یہ سحر آفریں حسینہ جس کے گائے ہوئے گیتوں سے شاہی محلات اور کسانوں کی جھونپڑیاں یکساں گونج رہی ہیں" موسیقیت" کی آغوش میں پلنے والی مغنیہ جس کی رگ و پے میں دل لبھانے والی ادائیں ہمیشہ کارفرما نظر آتی ہیں۔ ابتدا ہی سے اسے رقص و سرود اور اداکاری سے بیحد رغبت تھی۔ اس کی فلمی زندگی کا آغاز دراصل اس کی سینما بینی پر منحصر ہے۔ بنگال کی آزاد روح پرور فضا اس پر آزادی کا درس اس کے جذبات شوق کے لئے سمند ناز پر ایک اور تازیانہ تھا۔

اس کے ہندوستان کی بہترین مغنیہ بننے اور اداکاری کے جوہر دکھلانے میں اس کی ماں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ چنانچہ جب یہ اپنی ماں کے

ساتھ سینما دیکھ کر آتی تو گھنٹوں ان ہی آرزو انگیز جذبات میں مستغرق رہتی کہ کاش میں بھی کسی صورت ایک اچھی اداکارہ بن کر پردۂ سیمیں پر اپنا جوہر دکھاتی اور لوگوں سے خراج تحسین وصول کرتی"۔ یہ رنگین خواب اس کے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتے رہتے۔۔ اس کی تمنائے اداکاری بڑھتی گئی ... یہاں تک کہ اسی ادھیڑ بن میں یہ بچپن چھوڑ کر اپنی قیامت خیز جوانی سے ہم آغوش ہو گئی۔۔ حسن و شباب کی بجلیاں قد رعنا سے تڑپ تڑپ کر نکلنے لگیں۔ اور شوق ذوق کی آگ تیز سے تیز تر ہوتی گئی لیکن کوئی صورت ایسی نہ تھی کہ کانن اپنے شوق کی تکمیل کر سکتی۔ زہے نصیب کہ ایک روز اس کی قسمت نے یاوری کی اور اس کی ماں کی انتھک کوششوں سے اس کی رسائی نیو تھیٹرز تک ہو گئی۔ ابتدا میں چند بنگالی فلموں میں کام کرنے کے بعد کانن بالا کو اپنے پوشیدہ جوہر "ودیاپتی" میں دکھانے کا موقع ملا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے "جوانی کی ریت" "مکتی" "سپیرا" اور "چار درویش" میں وہ اپنے روح پرور اور سحر آفرین نغمات کے ساتھ نمودار ہوئی۔ نقادان فن نے کانن بالا کو نہ صرف ایک ممتاز ایکٹرس کی حیثیت سے پایا۔ بلکہ اسے درجۂ اول کی مغنیہ بھی تسلیم کیا۔

موسیقی میں کانن کی مثال فلمی دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسے اگر ملکۂ ترنم کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اس کے ممتاز کردار اور اعلیٰ تمثیل نگاری کے ساتھ ساتھ اس کے نغمۂ جاں فزا نے اسے بہت جلد

شہرت کی بلندیوں پر پہونچا دیا ـــــ اس کی کامیابی کا راز فی الحقیقت اس کی مدھ بھری آواز اور سریلے گلے میں پوشیدہ . . . . .

. . . . یہ بچپن ہی سے فطرتاً نہایت چنچل اور شوخ واقع ہوئی تھی جو آج بھی اسکی اداکاری سے نمایاں ہے۔

یہ حسین چڑیا ایک بار محبت کے سنہرے پنجرے میں اسیر ہو گئی تھی عشق و محبت کی اس رومانی قید و بند کا اختتام بالآخر شادی پر ہوا لیکن آزاد فضاؤں میں پلنے والی یہ پنچھی قید کی ان زنجیروں کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکی اور جلد ہی خود کو اس سے آزاد کرا لیا لیکن اب کہ یہ پنچھی خود اپنی قید سے مانوس ہو چکی تھی اس لئے یہ رہائی اس کو بہت شاق گزری اور اس کا اثر کافی عرصہ تک اس کی زندگی پر طاری رہا وہ لوگ جو اسے پردۂ سیمین پر ہنستے بولتے اور چہچہاتے ہوئے دیکھنے کے آرزومند تھے اسے المیہ اور مغموم پارٹ کرتے ہوئے دیکھ کر خود بھی آہیں بھرنے لگے لیکن بالآخر یاران طریقت کی دعائیں رنگ لائیں اور ان کی امیدوں کی طرح ہنستی کھیلتی اور چہچہاتی ہوئی کانن بالا پھر ایک بار "اسٹریٹ سنگر" میں اپنے روح پرور نغموں سے سینما ہال کو وجد میں لانے لگی۔

کہا جاتا ہے کہ اس نے حال ہی میں کلکتہ کے کسی مالدار نوجوان سے پھر رشتۂ ازدواج قائم کر لیا ہے لیکن اس طرح کہ وہ سونے کے پنجرے میں بند ہو کر نہ رہے گی بلکہ آزادانہ وہ اپنے دارفتگان سے داد تحسین حاصل

کرتی رہے گی ۔ اس شادی کے بعد اس نے نیو تھیٹرز کے مشہور ڈائرکٹر بروا کے فلم "جواب" میں جمنا کے دوش بدوش فلم بین طبقے کو اپنی شاعرانہ اداکاری اور رسیلے نغموں سے کیف و سرور کے جھونکے دیتی رہی ۔

اس کی تازہ ترین فلم "ہسپتال" ہے ۔

کانن اپنی خانگی زندگی میں بے حد زندہ دل اور خوش اطوار واقع ہوئی ہے ۔ ملاقاتیوں سے نہایت خندہ پیشانی سے ملتی ہے ۔ لیکن اس کی بڑھتی ہوئی فربہی ڈر ہے کہ اس کے تمام محاسن کو ایک دن ملیامیٹ نہ کردے ۔

رام پیاری

۱۹۱۲ء میں مدراس میں پیدا ہوئی۔ اردو، مرہٹی، تامل اور تلنگی وغیرہ (دکھنی) زبانوں میں کافی دسترس رکھتی ہے۔ ۱۹۲۶ء میں ڈائرکٹر جوہری کی وساطت سے کوہ نور فلم کمپنی میں شرکت کی۔

دراز اور سیاہ گیسو۔ قد رعنا۔ بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں۔ ہلالی ابرو۔ شفاف رنگ رقص و موسیقی کی یہ ملکہ جو اپنی خوش پوشی اور خوش ذوقی کے لیے فلم بین طبقہ میں بہت مشہور ہے اس کی شوخ اور دلاویز مسکراہٹ، چنچل ادائیں یار لوگوں کی نیندیں حرام کرنے کے لئے کافی ہوا کرتی ہیں۔

رام پیاری کا شمار ان ممثلات میں ہوتا ہے جن کے حسن و شباب کا سورج نصف النہار پر پہونچ کر ڈھل رہا ہے۔ یہ معصوم شریف اور معزز نسوانی کردار ادا نہیں کر سکتی ہے۔ برخلاف اس کے ایک بازاری عورت اور ویشیا کا پارٹ بڑی بے باکی سے ادا کر سکتی ہے۔ المیہ اور غم انگیز کردار بھی اس سے نہیں سنبھلتے ہیں۔ البتہ سائڈرول میں یہ ید طولیٰ رکھتی ہے۔

اس نے اب تک بے شمار فلموں میں کام کیا ہے۔ یہ خاموش فلموں میں بھی کافی نام پیدا کر چکی ہے۔ ناطق فلموں میں اس کی چند مشہور تصویریں

یہ ہیں۔"طوفان میل" "ودیاپتی" "سنہراسنسار" "غریب کی توپ" "آزادابلا" "جیون ناٹک" "پریم ساگر" اور "ملاپ"

جن تصویروں نے رام پیاری کو بطور خاص مشہور کیا وہ "محبت" "ودیاپتی" "سنہراسنسار" اور "طوفان میل" ہیں۔

ودیاپتی کو لافانی شہرت دینے والے اس کے وہ گیت ہیں جن سے دکن کی فضا مرتعش ہوتی رہی ہے چنانچہ اس کے رقص وموسیقی کو بنگلور پونہ اور مدراس میں بالخصوص اور تمام جنوبی ہند میں بالعموم وہ درجہ حاصل ہے جو کسی دوسری رقاصہ کو نصیب نہیں ہوا۔

اپنے رقص اور گیتوں کی وجہ سے دکنی نوجوانوں کے دلوں میں وہ ایک دیوی کا مرتبہ رکھتی ہے۔

یہ شادی شدہ ہے اور اس کے شوہر کا نام مسٹر ہنڈن ہے۔فلمی زندگی کو بیحد دلچسپ سمجھتی ہے، ریس اس کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔

پری چہرہ نسیم

۱۹۲۰ء میں ہندوستان کے سب سے مشہور شہر دلی کی ایک مشہور طوائف شمشاد بائی کے گھر میں پکار کی نورجہاں روشن آرا دین کر پیدا ہوئی ایک طوائف کی ایک معصوم بچی جس کو آئندہ ایک غیر معصوم نورجہاں بننا تھا۔ صاف وشفاف رنگ، تیکھی چتون، بانکے ابرو غزالی آنکھیں صراحی دار بلورین گردن سرخ وسفید رخسارے، ہونٹ شاداب اور رسیلے گدرایا ہوا مرمریں سینہ۔ بوٹا سا ۴½ فٹ کا قد۔ چال قیامت پر قیامت خراماں خراماں معطر معطر۔ "نسیم آرہی نسیم آرہی ہے" لہجہ میں اہل زبان کا لوچ زبان میں گھلاوٹ بات بات میں پھول بکھیرتی اور موتی رولتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

نسیم ہندوستان کی سب سے خوبصورت ایکٹرس سمجھی جاتی ہے ماں نے بچپن ہی سے اس کو تعلیم دلانی شروع کی۔ اور اس نے اعزاز کے ساتھ میٹرک کامیاب کیا اور انٹر میں داخل ہوئی۔

اتفاق کہیئے یا فلمی دنیا کی خوش قسمتی سمجھیے کہ ایک بار روشن آرا اپنی ماں کے ساتھ بمبئی گئی ہوئی تھی کہ منروا کے حسن شناس مالک مسٹر

سہراب مودی کی نظر روشن آرا پر پڑی۔ اس وقت روشن آرا ماہ نو کی طرح حسین تھی۔ سہراب نے اسے "خون کا خون" نامی فلم میں ہیروئن کا پارٹ کرنے کے لئے راضی کر لیا اور اس کا نام بدل کر نسیم رکھا گیا۔
نسیم کی پہلی تصویر "خون کا خون" ہے۔ اس تصویر نے اس کو نہ صرف عوام سے متعارف کروایا بلکہ اس کے بلاخیز غمزوں اور اس کی حسن اداکاری سے یکایک چونک اٹھی اس نے دیکھا کہ پردۂ سیمین پر ایک نہایت حسین و جمیل ماہ پارہ جلوہ فروش ہوئی ہے۔ عوام نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پھر خان بہادر، طلاق، میٹھا زہر، واسنتی، پکار، میں ہاری، اجالا وغیرہ میں جلوہ گر ہوئی۔

"پکار" میں اس نے نورجہاں کا پارٹ ادا کر کے ہر دل میں اپنے لئے ایک مخصوص جگہ پیدا کر لی اور اسی فلم نے اسے بام عروج پر پہنچا دیا۔ ابھی حال میں ایک ملاقاتی نے اس سے سوال کیا تھا کہ دنیا پھر کب آپ کو نورجہاں کی طرح اسٹیج پر جلوہ فرما دیکھے گی؟" اس نے برجستہ جواب دیا کہ تاج محل بار بار نہیں بن سکتا" نسیم حسین ہے اور اس کی تمام تر کامیابیوں اور شہرت کا راز اس کے حسن میں پوشیدہ ہے۔ اب اس نے مسٹر "احسان" سے رشتہ ازدواج جوڑ لیا ہے اور ایک عدد بچے کی ماں بھی بن چکی ہے ایک طویل خاموشی کے بعد "فلستان" کے مشہور فلم "چل چل رے نوجوان" میں نمودار ہوئی اب اپنی ذاتی کمپنی تاج محل کے پکچر "بیگم" میں آرہی ہے۔

اصلی نام نسیم لیکن فلمی دنیا میں نجمہ کے پیارے نام سے مشہور ہے۔ آسمان فلم کا یہ درخشندہ ستارہ جو ابھی حال ہی میں دنیائے فلم پر نمودار ہوا ہے ۱۹۲۱ء میں پنجاب کے دارالسلطنت لاہور میں طلوع ہوا۔ نجمہ پنجاب کے باوقار خاندان کی چشم و چراغ ہے۔ فلمی لائن کی طرف بچپن ہی سے راغب تھی۔ رقص و موسیقی سے شروع ہی سے دلچسپی لے رہی تھی۔ چنانچہ فلمی لائن اختیار کرنے سے قبل اس سلسلہ میں اس نے اچھی خاصی مہارت پیدا کر لی۔ پہلی مرتبہ ۱۹۴۱ء میں اجارہ آرٹ پروڈکشن میں داخل ہوئی پھر یونائیٹڈ فلمز اور کلیان چترا وغیرہ میں یکے بعد دیگرے کام کیا۔

میانہ قد، متوسط اندام، ہلالی ابرو، چمکدار آنکھیں، پیارے رخسار، مرمریں سینہ اور گداز بازو، مشرقی حسن کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ نجمہ اردو اور انگریزی سے واقف ہے۔ اس کو فلمی لائن میں ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن دوربین نگاہیں بھانپ رہی ہیں کہ نجمہ ایک دن نہایت کامیاب اور ممتاز ممثلہ ثابت ہوگی۔ "نئی زندگی" میں جس

حسین انداز سے تمثیل نگاری کی ہے وہ اس کی کامیابی کی اچھی دلیل ہے جس میں اس نے بحیثیت ہیروئین کے کامیاب اداکاری کی ہے۔ کنوارا باپ اور الجھن اس کی تازہ تصویریں ہیں آرائش وادائیں اور فیشن کی دلدادہ ہے۔

فلمی زندگی کو بہت ہی دلچسپ سمجھتی ہے کچھ تنہائی پسند سی معلوم ہوتی ہے ابھی تک ازدواجی زندگی کی طرف اس کا رجحان نہیں ہے۔ جلد ہی سلور فلمز کی تصویر نصیب میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔

شانتا ہبلیکر

دمکتا ہوا روشن چہرہ ۔ کنول جیسے رخسار ۔ تیکھے چتون، حسین خد و خال، حشر خیز سینہ، میانہ اندام ۔

یہ سیماب پا حسینہ ہمیشہ تتلی کی طرح بے قرار رہتی ہے ۔ بات بات پر ہنسنا قدم قدم پر خوبصورت ہرنی کی طرح اچھلنا اس کی محبوب ادائیں ہیں ۔ پردۂ سیمین پر بلبل کی طرح پھدکتی اور مینا کی طرح الاپتی ہے ۔ اس کی بانکی اداؤں اور تیکھے ابروؤں نے اس کے حسن کو بے پناہ بنا دیا ہے ۔

مسٹر شانتا رام کی نظر کرم کی بدولت ان کی مایۂ ناز فلم "آدمی" میں جلوہ گر ہوئی ۔ جس نے شانتا کو آدمی میں دیکھا ہے وہ اس کی دلفریبیوں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا اس تصویر میں اس ماہ پارہ نے ایک طوائف کا پارٹ اس حسن و خوبی سے ادا کیا ہے کہ خود طوائفین بھی اس کے سامنے انگشت بدنداں رہ گئی ہوں گی ۔

اس کے بعد کو لہا پور سینے ٹون کی فلم "ہونہار" میں جلوہ گر ہوئی پھر یکے بعد دیگرے "گھر کی لاج" "مالن" "تلسی" اور "پربھات" میں نمایاں کردار پیش کئے ۔

شانتا ہبلیکر کے متعلق اکثر عجیب وغریب رومانی افواہیں یار لوگ اڑاتے رہتے ہیں۔ کبھی سننے میں آتا ہے کہ اس نے کسی نوجوان کو دل دے دیا اور کبھی سننے میں آتا ہے کہ کوئی بڈھا اس پر مرمٹا لیکن حقیقی واقعہ یہ ہے کہ پونہ کے ایک ساہوکار نے اس سے وارفتہ ہو کر شادی رچائی ہے۔ شادی کا نتیجہ ایک حسین بچہ کی صورت میں مسکراتا ہوا برآمد ہو چکا ہے۔

ون مالا بی، اے بی ٹی

یونانی خد و خال، بیضوی چہرہ اور بھوری بھوری آنکھوں والی حسینہ ون مالا کا اصلی نام سوشیلا بائی ہے اس نے ۲۳ مئی ۱۹۱۵ء کو اجین میں جنم لیا۔ اس کے والد مسٹر بی پی پوار ریاست گوالیار میں وزیر صنعت ہیں تعلیمی حیثیت سے یہ ہندوستانی ایکٹرس میں ایک نمایاں درجہ رکھتی ہے ایسی اعلیٰ تعلیم یافتہ ممثلات کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں بی ٹی کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد پونہ کے گرلز ہائی اسکول میں عملی ٹریننگ کے لئے داخل ہو گئی۔ یہاں وہ تقریباً ایک سال تک رہی۔ یہیں اس کی ملاقات ایک مشہور ڈرامہ نویس پرنسپل اترے سے ہو گئی ون مالا تہذیب جدید کے آغوش کی پروردہ ایک اپٹوڈیٹ سوسائٹی گرل کی حیثیت سے رقص و موسیقی میں مہارت رکھتی تھی پرنسپل اترے سے متاثر ہو کر ۱۵ فروری ۱۹۴۰ء کو انھیں کی وساطت سے نویگ چترا پٹ کمپنی میں شریک ہوئی۔ پھر مسٹر اترے کی شرکت میں اترے پکچرز کی بنیاد رکھی اور "چرنوں کی داسی" نامی تصویر میں نمودار ہوئی۔ اس فلم نے پبلک میں کافی مقبولیت حاصل کی اس کے بعد

منروا موی ٹون کے شاہکار "سکندر" میں سکندر اعظم کی محبوبہ رخسانہ کا کردار ادا کرتی ہوئی نظر آئی پھر وسنت سینا' راجہ رانی اور کادمبری میں کامیاب تمثیل نگاری پیش کی یہ بڑی نفاست پسند اور مستقل مزاج حسینہ ہے۔ شادی کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتی ہے۔ ون مالا ایک حسین معشوقہ با وقار اور پر عظمت محبوبہ کا کردار بڑی خوبی سے ادا کر سکتی ہے۔ شاید یہ اس کی اعلیٰ تعلیم کا اثر ہے۔

ون مالا اعلیٰ تعلیم کے ساتھ ساتھ نہایت خوش مزاج خوش اخلاق اور تہذیب یافتہ ایکٹرس ہے حسن وجمال اور عزت و دولت پانے کے بعد بھی اس کا دامن کبر ونخوت سے پاک ہے سادگی اور انکساری طبیعت میں شامل ہے۔ مصوری اور کروشیا۔ مطالعہ اور شہ سواری سے بڑی دلچسپی لیتی ہے۔

اس کی تازہ ترین تصاویر "پریت پر اپنا ڈیرا" دل کی بات "سنو سناتا ہوں" ہے۔

رینوکا دیوی بی اے

سرو قد، چاندسی صورت، پھول سا چہرہ کشادہ پیشانی ابرو کمان نگاہیں تیر ہونٹ جیسے چھری کی پتلی پتلی پھانکیں۔ علیگڈھ یو۔پی کے معزز اور با اثر مسلمان خاندان کی چشم و چراغ ہے۔ اصلی نام خورشید عبد اللہ ہے لیکن فلمی آسمان پر یہ سورج رینوکا دیوی کے پیارے نام سے طلوع ہوا۔ خورشید (رینوکا دیوی) کئی بچوں کی ماں ہے۔ اس کا شوہر پولیس کا ایک اعلیٰ عہدہ دار تھا خود علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی گریجویٹ ہے رینو کے حسن و شباب کی بہاریں ابھی خزاں سے آشنا نہیں ہوئیں۔ دیکھنے والے کبھی یہ تصور نہیں کرسکتے کہ کہ وہ "ماں" بن چکی ہے۔

رینوکا نے حصول زر کی غرض سے نہیں بلکہ مخلصانہ طور پر آرٹ کی خدمت کے لئے فلمی لائن اختیار کی یہ ایک ہندوستانی دوشیزہ کے جذبات کی ترجمان بن کر "بھابی" میں نمودار ہوئی۔ اس سے پہلے جیون پربھات میں چھوٹا سا ایک رول ادا کرچکی تھی لیکن بھابی میں اس نے اس شان کی اداکاری کی کہ تماشائی متحیر ہو کر رہ گئے۔ اور رینوکا شہرت کے آسمان پر جا چمکی۔ پھر اپنی دوسری تصویر "نیا سنسار"

میں ہیروئن بنکر پردۂ سیمین جگمگائی اور تمثیل نگاری کے ایک بلند مقام پر نظر آئی۔ یہ حزنیہ اور طرب انگیز ہر طرح کی تمثیل نگاری پر قادر ہے۔ اس کی تازہ تصویر سہارا ہے۔

رینوکا کو مردانہ لباس پہننے کا بیحد شوق ہے۔ بلکہ یہ شوق فطرت ثانیہ بن کر جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اکثر مردانے لباس میں اسٹڈیو بھی آتی ہے۔ مردانہ لباس اسے خوب زیب دیتا ہے۔ وہ اس پوشش میں حد درجہ محبوب معلوم ہوتی ہے۔ رینوکا نے اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرلی ہے اور اب بالکل آزاد ہے۔

رینوکا کے تیور کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جائے تو ضرور ایک دن آسمان فلم پر قوس قزح کی طرح چمکے گی۔ اب یہ جینت ڈیسائی کے تازہ ترین تاریخی فلم چندر گپت میں رانی بن کر آرہی ہے۔

نیکا ڈیسائی بی، اے

گول گول دلآویز چہرہ خوبصورت خدوخال آنکھیں پرکشش فتنہ ساماں جوانی نہایت بیباک اور چنچل حسینہ ہے۔
نیکا ڈاکٹر یوسائل ڈیسائی کی لڑکی ہے۔ بمبئی میں پیدا ہوئی اور بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ رقص میں غیر معمولی درجہ رکھتی ہے فلمی لائن میں آنے سے قبل ہی وہ ایک ماہر رقاصہ تھی اور اس فن کی وجہ سے کافی مقبول ہو چکی تھی۔ لیکن اس شہرتِ ناتمام سے اس کے دلی ذوق اور شوق کی تکمیل نہ ہو سکی اور فلم کارپوریشن کلکتہ میں شریک ہوئی۔ عموماً ایکٹرسیں پہلے کسی فلم کمپنی میں داخل ہوتی ہیں اور بہت سے امتحان اور دشواریوں سے گزرنے کے بعد ان کو کوئی کردار سپرد کیا جاتا ہے۔ لیکن نیکا کا انتخاب فلمی لائن میں جانے سے قبل ہی "چتر لیکھا" میں یشودرا کے حسین کردار کے لئے ہوا۔ پبلک نے "چتر لیکھا" میں اس کی اداکاری کو بہت سراہا۔ اس کے بعد رنجیت فلم کمپنی میں شریک ہوئی یہاں "سورداس" اور "گوری" دو تصویروں میں نہایت ممتاز نسوانی کردار ادا کئے۔ نیکا ایک کامیاب ایکٹرس اور بہترین رقاصہ ہے اسے

اگر رقص کی ملکہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا ۔ اس کا رقص دیکھنے والے انبساط و استعجاب کے ایک بحرِ بیکراں میں غرق ہو جاتے ہیں ۔

مینکا اُن تعلیم یافتہ ایکٹرسوں میں شمار ہوتی ہے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے ۔

"گوری" اور "چترلیکھا" اس کی کامیاب اداکاری کے شاہکار ہیں ، اس کی آیندہ تصویر "دیوداسی" اور کرشن ارجن یدھ ہونگی ۔

درگا کھوٹے بی، اے

کتابی چہرہ۔ بڑی بڑی آنکھیں، ماریاہ زلفیں، گالوں میں گڑھے، سروقامت۔ جوانی سے کچھ آگے بڑھی ہوئی۔ رفتار و گفتار سے نہایت سلیقہ مندی کا اظہار رہوتا۔ عام مرہٹہ عورتوں کی طرح بالوں کا جوڑا باندھ کر اس کے گرد پھول لگانا بہت پسند کرتی ہے۔

یہ چالیس سالہ حسینہ جواب کئی بچوں کی ماں بن چکی ہے۔ دکن کے ایک متمول اور با اثر مرہٹہ خاندان کی نور نظر ہے۔ بی، اے کامیاب ہے۔ اس کے چہرے سے عظمت و وقار کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ متمول اور شریف خاتون ہے۔ اس کی ادائیں گھٹیا بازاری اور عریاں نہیں ہوتیں۔ ہارمونیم اور پیانو خوب بجالیتی ہے۔ موسیقی میں اور شمشیر زنی میں مہارت رکھتی ہے۔ درگا ایک شریف اور معزز خاتون کے تمام تر اوصاف کی حامل ہے۔ یہ کمزور فلموں میں زیادہ سے زیادہ معاوضہ پاکر بھی کام کرنا پسند نہیں کرتی ہے۔ بازاری اور حیاسوز کردار سے نفرت کرتی ہے تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے اس کا کردار تصنع سے پاک معلوم ہوتا ہے۔ وہ تماشائیوں

کے دلوں میں بہت جلد گھر کر لیتی ہے۔ وہ اپنے کردار کو کامیابی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے اپنی پوری صلاحیتوں سے کام لیتی ہے۔ ذرا ذراسی چیزوں پر نظر رکھ کر تمثیل نگاری کے بلند ترین درجوں پر پہونچتی ہے اپنی وسعت نظر اور کمال کی وجہ سے فلم کو تنہا اپنے کاندھوں پر لے کر کامیابی کے آسمان پر پہنچادیتی ہے۔ درگا کھوٹے اپنی فطرت کے مطابق ایک ممتاز نسوانی کردار کے ساتھ سب سے پہلے "سیتا" میں نمودار ہوئی۔ نقادان فن نے نہ صرف تصویر کو بہترین پایا بلکہ درگا کو ایک کامیاب جذباتی ممثلہ بھی محسوس کیا۔ اس کے علاوہ درگا نے "راج رانی میرا" "انقلاب" "ادھوری کہانی" "وجے" "امرجیوتی" وغیرہ میں اپنے قابل داد کمالات دکھا کر پورے ہندوستان سے خراج تحسین وصول کیا۔ "بھرت ملاپ" اور "انقلاب" میں اس نے جس انداز میں اپنا کردار پیش کیا ہے وہ صرف اسی کا حصہ ہے۔ ان تصویروں کی کامیابی نے درگا کو معراج کمال پر پہونچادیا۔

اس کی اداکاری کے ساتھ ساتھ اس کی روح پرور موسیقی ——— مئے دو آتشہ ثابت ہوئی۔ "مایا مچھندر" "چرنوں کی داسی" "ممتاز" "امرجوتی" اور پرتھوی ولبھ وغیرہ اس کی کامیاب تصاویر ہیں۔ خود دولت مند ہے۔ لہٰذا دولت کی اسے قطعی پرواہ نہیں ہوتی۔ سوشل کہانیوں اور شور وشغف سے لبریز کردار میں یہ جان ڈال دیتی ہے۔ کردار میں خود کو جذب کر کے گرد و نواح سے بے نیاز

ہو کر اپنی تمثیل میں اس طرح کھو جاتی ہے کہ اصلیت بھی انگشت بدنداں نظر آنے لگتی ہے۔ ممتاز اس کی تازہ کامیاب تصویر ہے۔ اردو ہندی گجراتی اور انگریزی مرہٹی زبانوں پر خاصہ عبور رکھتی ہے۔ پوجا پاٹ کی پابند ہے اخلاقی حیثیت سے اتنا اونچا درجہ رکھتی ہے کہ کم ایکٹرسیں اس کے مقابل آسکتی ہیں۔ سنا جا رہا ہے کہ آج کل مسٹر مبارک سے کچھ دوستانہ تعلقات بڑھے ہوئے ہیں۔ بھول میں عنقریب ممتا کے پھول برساتی ہوئی نظر آنے والی ہے۔

نینا

چند سال ہوئے بمبئی ٹاکیز کے اسٹوڈیو میں ایک حسین خاتون داخل ہوئی جو اپنے شوہر کے ساتھ نگارخانہ کی سیر کرنے آئی تھی۔ تمام حاضرین کی توجہ فوری طور پر اس کی طرف مبذول ہوگئی کیونکہ یہ حسینہ ساڑی پہنے ہوئے تھی لیکن اس کے سر پر انگریزی ہیٹ بھی تھی۔ جب وہ نگارخانہ کے تمام حصوں کو دیکھ کر معمل (لیبوریٹری) میں پہونچی تو اس نے وہاں کے ایک نوجوان کارکن سے پوچھا "آپ اداکاری کیوں نہیں کرتے؟"

"ضرور بشرطیکہ آپ بھی اداکاری کرنا پسند فرمائیں" برقی تبسم کے ساتھ حسینہ خاموش ہوگئی۔ یہ نوجوان اشوک کمار تھا اور یہ عجیب وغریب نرالے انداز وحسن اور شخصیت کی مالکہ "شاہدہ" تھی۔

آج دونوں مشہور ومعروف فلمی ستارے ہیں۔ "نینا" نوعمر حسین اور پراسرار ہے۔ علیگڑھ کی تعلیم یافتہ' ایک اعلیٰ خاندان کی چشم وچراغ لکھنؤ کے سابق مجسٹریٹ معین الدین صاحب زحال دیوان دتیا) کی نور نظر ہے۔ اصلی نام شاہدہ' مشہور ممثلہ رینوکا دیوی (خورشید عبداللہ) کے بھائی محسن عبداللہ کی بیوی ہے جو بمبئی ٹاکیز میں لیبوریٹری کے

انچارج ہیں۔

اس کا حسن آنکھوں کو خیرہ کرنے والا ہے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہں ایک بجلی کوندرہی ہے۔ اس حسن کے ساتھ اس کے فن کو بھی کمال حاصل ہے۔ شالیمار پکچرس کی تصاویر "ایک رات" اور "پریم سنگیت" میں وہ خوابوں کی ملکہ بن کر نمودار ہوئی۔ اب اسی کمپنی کی نئی فلم "من کی جیت" میں ہندوستانی دیہاتی دوشیزہ کے روپ میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ نینا کی اداکاری کا مشہور عالم ننگہ گریٹا گاربو کی سحرکاری سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ وہ بہ یک وقت سراپا حسن سراپا عورت اور سراپا راز ہے۔

ڈائرکٹر ڈبلیو زیڈ احمد اسے عنقریب اپنی آئندہ فلم "بھگوان کرشن" میں "رادھا" کے روپ میں پیش کرنے والے ہیں۔ نینا مسٹر احمد کے "آرٹ برائے جمہور" کے ترقی پسند خواب کی رومانی تعبیر ہے۔

شہزادی

نصف درجن زبانیں بولنے والی یہ چنچل فلم اسٹار جو شہزادی کے پیارے نام سے موسوم ہے ۱۹۲۲ء میں بمبئی میں پیدا ہوئی۔ رقص وسرود اور گانے میں خاصہ ملکہ رکھتی ہے اور اس کی کامیابی کا انحصار زیادہ تر اس کے گیتوں اور رقص پر ہی ہے۔

سیاہ زلفیں، ہلالی پیشانی، گھنے ابرو، مخمور نگاہیں، غنچہ دہن بھرے بھرے بازو۔ قیامت خیز سینہ۔ ۱۹۴۱ء میں محفل رقص وسرود سے منہ موڑ کر بمبئی ٹاکیز کے ذریعہ فلم بین طبقے کے سامنے آئی اور اس کی پازیب کی جھنکار سے سینما ہال گونج اٹھے۔ ایشیاٹک پکچرز اور چترا پروڈکشنز وغیرہ کمپنی میں رہ کر اداکاری کی کامیاب نمائش کرتی رہی۔ اور مختلف النوع ممتاز نسوانی کردار کے ساتھ ساتھ ہیروئن کی حیثیت سے بھی پردہ فلم پر نمودار ہو کر پبلک کے دلوں پر اپنے گہرے نقوش چھوڑ گئی۔ "ہنسو ہنساؤ رے دنیا والو" جھولا، سہیلی اور بارہ اس کی مشہور تصویریں ہیں جن میں "جھولا" اس کا شاہکار ہے اور یہ خود بھی "جھولا" اپنا لاثانی فلم سمجھتی ہے۔

شہزادی کی ابتدائی زندگی ایک محدود حلقہ کے لئے تھی۔ چنانچہ اس بندھن کو توڑ کر محض شہرت اور دولت کے حصول کی غرض سے فلمی لائن میں آئی۔ رقص و سرود کی مہارت تامہ نے اسے کامیابی کے درجے تک بھی پہونچا دیا۔ لیکن بقدر عزم چونکہ کامیاب نہ ہو سکی چونکہ حسب تمنا شہرت نہ حاصل کر سکی۔ شاید اسی وجہ سے اپنی موجودہ زندگی سے مطمئن نہیں رہی اور اسے غیر دلچسپ محسوس کرنے لگی ہے۔ ممکن ہے کہ آئندہ یہ اپنے ارادوں اور تمناؤں کی تکمیل کے لئے پھر ایکبار آخری کوشش کرے اور اس کی افسردہ صلاحیتیں اجاگر ہو کر اس کی آرزوئیں پوری کر سکیں

"شائد ہمیں بیضہ برآرد پر و بال"

کسم ایس دیش پانڈے

کتابی چہرہ، من موہنی صورت، چاند کی طرح روشن اور کشادہ پیشانی سیاہ خمدار گیسو محرابی ابرو مقناطیسی آنکھیں۔ یاقوتی لب، مرمریں سینہ چھریرہ بدن، ہر ادا دلکش، رفتار اور گفتار دونوں قیامت خیز۔ اور اکثر شوخ و شنگ اور ویمپ کردار کی تمثیل پیش کرتی ہے۔ لیکن جب لوگ اس کے ویمپ کردار پر اس کو برا بھلا کہتے ہیں تو اسے سخت ناگوار ہوتا ہے اور بہت جلد غصہ میں آجاتی ہے۔

کسم ۲۳ ستمبر ۱۹۱۶ء میں بمبئی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئی والد کولہاپور میں ایک اعلیٰ سرکاری خدمت پر فائز تھے۔ اسے بچپن ہی سے فلم لائن میں جانے کا شوق تھا۔ چنانچہ انٹرنس پاس کرنے کے بعد کسم اپنے والد کے عزیز دوست اور دنیائے فلم کی مشہور ہستی مسٹر سہراب مودی کے ذریعہ منروا موی ٹون میں شریک ہوگئی۔ جذبۂ شوق رہ رہ کر دل میں کروٹیں بدل رہا تھا اور یہ تکمیل ذوق کے لئے بیقرار تھی لیکن مسٹر سہراب نے اسے کوئی ایسا کردار نہیں دیا جو اس کی دلی آرزو پورا کر سکتا۔ مسٹر سہراب چاہتے تھے کہ کسم اپنی تعلیم جاری رکھے۔

چنانچہ انہوں نے خود اسے ڈاکٹری کی تکمیل کے لئے رغبت دلائی — وہ کسی صورت بھی فلمی لائن کو کسم کیلئے یا کسم کو فلمی دنیا کے لئے پسند نہ کرتے تھے اسی کس مپرسی کے عالم میں یہ عرصے تک منروا میں کام کرتی رہی لیکن کوئی نمایاں ترقی نہ کر سکی۔ ۱۹۴۸ء میں بمبئی چلی گئی۔ اور پھر مختلف کمپنیوں میں رہ کر شہر تصویروں میں ممتاز نسوانی کردار دیمپ اور سائیڈ ہیروئن کی حیثیت سے کام کرتی رہی۔

اردھانگی، چیرنوں کی داسی۔ اپنا گھر۔ لڑائی کے بعد نقد نارائن نارو نارو دی وغیرہ اس کی کامیاب تصویریں ہیں جن سے کسم نے کافی شہرت پائی ہے نقد نارائن اس کا شاہکار ہے چیرنوں کی داسی اور گھر کی رانی کو ملک میں کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ کرن اس کی تازہ ترین تصویر ہے یہ اپنی تعریف سن کر بہت خوش ہوتی ہے لیکن اعتراضات اور برائیوں کو سن کر آگ بگولہ بھی —— ہو جاتی ہے۔

عمدہ عمدہ کھانے پکانا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔ سیر و تفریح اسپورٹ اور رقص کی بیحد دلدادہ ہے۔

رتن مالا

ہلالی پیشانی، بانکی چتون، ہنستی ہوئی آنکھیں، شفاف رخسار، پتلے پتلے ہونٹ۔ صراحی دار گردن، رتن مالا مرہٹی حسن و جمال کا ایک اچھا نمونہ ہے۔
مسٹر شانتا رام بھونڈکر آنجہانی سابق محاسب سنٹرل بنک بمبئی کی نورچشم اصل نام کملا بائی بھونڈکر ہے۔ لیکن فلمی دنیا میں تبدیلی نام کی رسم عام ہو چکی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے رتن مالا کا لقب اختیار کیا اور اب اسی نام سے مشہور ہے۔ ۲۲ جون ۱۹۲۳ء کو ہندوستان کے سب سے بڑے شہر بمبئی میں پیدا ہوئی۔ مرہٹی اور انگریزی میں کافی دسترس رکھتی ہے اردو بھی بخوبی بول اور سمجھ لیتی ہے۔
کچھ خانگی اور معاشی پریشانیوں سے مجبور ہو کر رتن فلمی لائن اختیار کرنے پر آمادہ ہوئی اور اپنے والد کے دوست دادا توڑنے کے ذریعہ ۱۹۳۸ء میں سرسوتی سینیٹون (پونا) میں شرکت کر لی۔ مسٹر توڑنے کا تعلق بھی اسی کمپنی سے تھا اس لئے مس مالا کو کوئی خاص دقت پیش نہ آئی۔
رتن مالا کو دراصل مرہٹی تصویروں کی اداکارہ سمجھنا چاہئے۔

اور مرہٹی تصویروں میں اس نے اپنی بہترین اداکاری کا ثبوت پیش کیا ہے متعدد مرہٹی فلموں میں ممتاز نسوانی کردار کو بخوبی ادا کیا ہے لیکن اردو فلموں میں بھی رتن مالا نے کافی نام پایا۔ چنانچہ اسٹیشن ماسٹر اور سنگھٹ وغیرہ میں اپنے جوہر بڑی ہی خوبی سے دکھائے ہیں۔ آج کل پرکاش پکچرز میں مستقلاً کام کر رہی ہے۔

رتن مالا کو اب تک کوئی ایسا موقع نہیں ہاتھ آیا جو اس کو غیر معمولی شہرت دیسکتا۔ ممکن ہے کہ آئندہ اس کی کوششیں بارآور ہوں اور یہ اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کر سکے۔ فلمی دنیا کو دلچسپ سمجھتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ خانگی زندگی سے بھی بیحد رغبت ہے۔ اور امور خانہ داری میں ہمیشہ منہمک رہتی ہے۔

شالینی

شالامار باغ کی طرح خوبصورت، راجکماری نام کی یہ حسین ممثلہ ۱۹۲۴ء میں راولپنڈی (پنجاب) کے ایک مشہور کشمیری پنڈت خاندان میں پیدا ہوئی۔ چونکہ ایک تعلیم یافتہ گھرانے کی چشم و چراغ ہے اس لئے خود بھی نہایت اچھے خیالات رکھتی ہے اور تعلیم یافتہ بھی ہے، ہندی، اردو اور انگریزی بخوبی بول لیتی ہے۔

عام ہندوستانی خواتین کی طرح یہ بھی شریفانہ گھریلو زندگی بسر کرتی تھی لیکن فلمی دنیا سے کچھ پرانا یارانہ تھا۔ اور یہ آگ سینے کے اندر عرصے سے سلگ رہی تھی چنانچہ اسی آتش شوق کی گرمی اسے پردۂ سیمیں پر کھینچ لائی اور بڑی ہی دشواریوں کے بعد راجکماری، شالینی بن کر ۱۹۳۸ء میں وشو کلا میں شریک ہو گئی اور پھر یکے بعد دیگر مختلف کمپنیوں میں کام کرتی رہی۔

زلف معنبرین، کشادہ پیشانی، بانکی چتون، خوبصورت آنکھیں گلگوں رخسار۔ مستانہ اداؤں کی ایک چلتی پھرتی مورتی یا جیسے کوئی خوابوں کی دیوی ـــ طوفان، اتار بالا، نئی کہانی، چھوٹے سرکار۔

تلسی، شمشیر باز وغیرہ فلموں میں ممتاز نسوانی تمثیل، اور ہیروئن کے کردار پیش کئے۔ تلسی اس کی مشہور تصویر ہے۔ اور پنجاب میں بھی یہ تصویر بہت مقبول ہو چکی ہے۔ اگر شالینی خاموش نہ ہوگئی اور کوشش جاری رکھی تو ابھی اور بھی مقبول ہوگی۔ جیسا کہ اس کی صلاحیتوں سے پتہ چلتا ہے۔ لیکن یہ ایک ماہر فن ہدایت کار کا کام ہے کہ وہ ان صلاحیتوں سے کام لے۔

پنڈت گھرانے کی یہ دیوی جو پوجا پاٹ چھوڑ کر پاپ کی "شکتی" بن کر پاپ نگری میں آئی تھی اب خود بھی اس سے اکتا گئی ہے۔ اور اس زندگی میں وہ مزا نہیں پاتی جو اسے دور سے معلوم ہو رہا تھا۔ انگریزی فلمیں دیکھنا۔ اور مطالعہ کرنا اس کا عزیز ترین مشغلہ ہے۔

کلیانی

اصلی نام زرینہ۔ گول چہرہ، ہلالی پیشانی، کٹاری ابرو، شوخی آنکھیں دمکتے ہوئے رخسار، دلکش ہونٹ، خوبصورت بازو، نہایت بے باک چنچل اور مرنجان مرنج واقع ہوئی ہے۔ چہرہ پر اکثر ایک قسم کی مسکراہٹ رقصاں رہتی ہے۔ اپنی اس زہد شکن مسکراہٹ کے ساتھ جب پردۂ سیمیں پر گھنگھور گھٹاؤں کی طرح جھومتی ہوئی آتی ہے تو بے ساختہ دل چاہتا ہے کہ ایک عدد دل طشتری میں رکھ کر نذر کیجئے

کلیانی کی آواز لوچدار اور سریلی ہے۔ اس کے نغمات میں ایک خاص قسم کا درد پنہاں ہوتا ہے۔ اپنے درد انگیز نغمات کی بدولت یہ بہت جلد مشہور ہو گئی۔

۱۹۱۹ء میں دہلی میں پیدا ہوئی فلمی دنیا سے کچھ پیدائشی رغبت تھی چنانچہ اسی بناء پر ۱۹۳۰ء میں مسٹر راج ہنس کے ذریعہ نیو تھیٹرز میں شریک ہو گئی لیکن کلکتہ کی فضا کچھ راس نہیں آئی اور یہ وہاں سے بمبئی چلی آئی۔ پھر یکے بعد دیگرے متعدد تصویروں میں پردۂ سیمیں پر جگمگائی۔ غازی صلاح الدین نامی تصویر میں جب کلیانی لیلیٰ کا رول

بھر کر سوسن کی کلیوں کی طرح مسکراتی ہوئی سکرین پر آئی تو تاڑنے والی نگاہوں نے اس کے لئے جو پیشین گوئیاں کیں اس کی آئندہ تصویروں میں وہ تمام زرو بہ عمل آتی رہیں۔

اس کی کامیاب تصویریں پریسیڈنٹ کمتی انا تھ آشرم، دریا پیچ، گورکھ آیا، سکریٹری، مرزا صاحبان، کس کی بیوی، مسلم کا لال سہاگن، جوانی کی پکار، گھر کی لاج، کنیا دان وغیرہ ہیں۔ جن میں جوانی کی پکار، کس کی بیوی، گھر کی لاج کو پبلک نے بیحد پسند کیا۔

کلیانی مسٹر بروا کی ذکاوت اور حسن اداکاری کی بہت قائل ہے یہ اپنے ملنے والوں سے نہایت بے باکی سے ملتی ہے۔ خوش خلق اور زندہ دل واقع ہوئی ہے لیکن ساتھ ہی بہت حساس بھی ہے چنانچہ بسا اوقات ذرا سی بات پر کملا جاتی ہے۔

فلمی زندگی کو بہت دلچسپ خیال کرتی تھی لیکن اب اکتا سی گئی ہے۔

سونالنی دیوی بلبل ہند اور رہنمائے خواتین شہرۂ آفاق شاعرہ سروجنی نائیڈو کی حقیقی بہن ہے۔ انگریزی اردو۔ ہندی۔ مرہٹی۔ تیلگو۔ گجراتی اور بنگالی سے بخوبی واقف ہے۔ کلاسیکل ناچ اور گانے میں مہارت تامہ حاصل ہے۔ اس فن کے مشہور استادوں کے زیر مشق رہی۔ تمام ہندوستان کی میوزک کانفرنسوں میں بطور خاص مدعو کیجاتی ہیں الہ آباد میوزک کانفرنس سے آپ کو "نرت رانی" کا خطاب مل چکا ہے یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو حیدر آباد

(دکن) میں پیدا ہوئیں۔ باپ کا نام ڈاکٹر انگور ناتھ چٹو پادھیا ہے ان کی فلمی زندگی کا آغاز ۱۹۴۵ء سے ہوتا ہے بہت سی کمپنیوں اور تصاویر میں کام کر چکی ہیں۔ "ہم تم اور وہ" "پوسٹمین" "ادھیکار" "چھوٹی بہو" "طلاق" "وصیت"۔ "ستارہ"۔ "نئی روشنی" "پکار"۔ "محبت" "پرایا دھن" "لالہ جی" "کسوٹی" "اور انکار" وغیرہ تصاویر میں کام کر چکی ہیں۔ چونکہ آپ کلاسیکل موسیقی اور رقص سے واقف ہیں اور فلمی دنیا میں اس چیز کا دخل نہیں۔ اس لئے آپ کو ان چیزوں سے کوئی مدد نہیں ملی۔

خورشید (جونیئر) ۱۹۲۷ء بمبئی میں پیدا ہونے والی رنگین تتلی اردو اور انگریزی سے اچھی طرح واقف ہے ۱۹۴۲ء میں پنڈت آنند کمار کے مشورے سے اندرا درزی میں شریک ہوئی۔ موسیقی سے خاص واقفیت ہے۔ گو مشہور ممثلہ خورشید کی طرح نہیں "زمین" میں چمکی پر کھٹمبیلی کردار ادا کرتی ہوئی نظر آئی اب "آشیرباد" میں ہیروئن بنی ہے۔ موزوں قد۔ صحت مند اور گداز جسم حسن اور شباب کا ایک ایسا حسین امتزاج جو دلوں کو موہ لے۔ زبد شکن۔ کفر شناس کھیل کود میں بڑی دلچسپی لیتی ہے۔

دُلاری بائی اصل نام کماری امیا ہے۔ لیکن فلمی دنیا میں دلاری بائی بن کر ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء میں نانا شاہ کے رنگین شہر حیدر آباد (دکن) میں پیدا ہوئی۔ اردو کے لئے حیدر آباد کا نام کافی ہے۔ مرہٹن ہے اس لئے ہندی بھی جانتی ہے۔ اپنے

والد کی تھیٹر کمپنی میں اداکاری کی مشق کرتی رہی پھر ۱۹۴۱ء میں مبئی ٹاکیز سے فلمی زندگی کا آغاز کیا۔ اس کے بعد نیشنل اسٹوڈیوز این آر۔ ڈیسائی پروڈکشن اور رام پکچرز میں کام کرتی رہی۔ "بھولا جوانی" اور "آداب عرض" میں سائیڈ ہیروئن کی حیثیت سے ممتاز تمثیل پیش کر چکی ہے۔ "کسی سے نہ کہنا" اور ان کے علاوہ بہت سی دوسری تصاویر میں بہت سے ممتاز کردار ادا کئے۔ مطالعہ۔ ریشم کی کڑھائی اور سینا بینا اس کے دلچسپ مشاغل ہیں۔

روپ لیکھا اصلی نام مس ہیلن۔ رمولا کی چھوٹی بہن۔ بیضوی چہرا لمبی گردن۔ سنہلی زلفیں متعدد فلموں میں اداکاری کے جوہر دکھا چکی ہے۔ "نشانی" میں ممتاز نسوانی کردار ادا کیا لیکن ابھی تک کوئی ایسی شہرت نہ حاصل کر سکی جس سے رمولا کی برابری کر سکتی۔

چندر کلا مشہور فلم اسٹار رام پیاری کی نور نظر ۱۹۳۲ء بمبئی میں پیدا ہوئی۔ باپ کا نام ڈاکٹر ایل۔ این ٹنڈن ہے۔ موسیقی اور کتھک ناچ میں مہارت تامہ رکھتی ہے تین سال کی عمر میں ۱۹۳۴ء میں مسٹر حسرت رائے مہتا نے اسے امیکا موویٹون میں شریک کیا۔ اس کے بعد چندر کلا نے اور بہت سی کمپنیوں میں چھوٹے چھوٹے کردار ادا کئے "شہر اسرار" "میٹھی نظر" "خاندان" "گھروندا" اور "دہائی" اس کی کامیاب تصاویر ہیں۔

سورن لتا اصلی نام ہے اور اسی نام سے مشہور ہے ۲۰ دسمبر ۱۹۲۴ء کو راولپنڈی کے ایک شریف گھرانے میں پیدا ہوئی نہایت خوش مزاج اور ملنسار ہے سینیر کیمبرج کے علاوہ میرس کالج لکھنؤ میں بھی تعلیم حاصل کر چکی ہے چھریرے جسم اور بڑی بڑی آنکھوں والی یہ حسینہ رقص و سرود میں بڑی مہارت رکھتی ہے ۱۹۴۲ء سے اس کی فلمی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس زندگی میں آنے سے پہلے ریڈیائی ڈراموں میں حصہ لیا کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فلمی زندگی میں جلد کامیاب ہوئی۔ یہ خود سنجیدہ اور ڈرامائی کردار پسند کرتی ہے سب سے پہلے سرسوتی سینے ٹون میں شامل ہوئی پھر اترے پکچر چیترا پروڈکشن اور ڈی آر۔ ڈی پروڈکشن میں کام کرتی رہی تصویر نامی فلم میں ہیروین بن کر نمودار ہوئی" استارہ" اور "ترنگیا" میں بھی ممتاز کردار کر چکی ہے۔

سونیترا اس عیسائی حسینہ کا خاندانی نام مس گریس ہے۔ ۱۶ نومبر ۱۹۲۵ء کو دانہ پور (پٹنہ) میں پیدا ہوئی۔ فرانسیسی۔ اُردو اور انگریزی زبان سے اچھی طرح واقف ہے انگریزی اور ہندوستانی رقص و گانے سے شروع ہی سے واقف تھی مسٹر جاگیردار کے ذریعہ ۱۹۴۳ء میں منروا موویٹون میں داخل ہوئی پھر چندر آرٹ پروڈکشن انڈین آرٹ پروڈکشن چیترا پروڈکشن اسٹینڈرڈ پکچرز اور بھارت پکچر میں داخل ہوئی۔ "بہادر کسان" "گناہ" "میٹھا زہر" "وطن کی پکار" "جنگ آزادی" "کسی سے نہ کہنا" وغیرہ میں ممتاز کردار ادا کئے مطالعہ ریشم کی کڑھائی اور سینما بینی محبوب مشاغل ہیں۔